۷۸۶

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ حبیبہ الکریمہٗ

تحفۂ دل

مالکِ دل کے حضور میں

فاطمہ قیصری ریحانہ

سیدی و مولائی محمد عبد القیوم عرف منظور احمد ادام اللہ فیضہم

جمالِ دوست

یہ کس کے حُسن کے یارب زباں پر آئے افسانے
نگارے دل فروزے آفتِ دل فتنہ سامانے
کہ گوید از جمالِ او مگر ایں چشمِ حیرانے
کہ بحرِ حسنِ او ہرگز ندارد ہیچ پایانے
اگر یا بم شعاعِ مہر بنویسم بہ لوحِ دل
کہ ہست بر آسمانِ معرفت مہرِ درخشانے
ہیں وہ گیسو کہ جن کی قید آزادی جہنم سے
وہی واللیل کی تفسیر زاہد بھی جنھیں مانے
وہ پیشانی کہ جس کے واسطے کھنچکر حرم آئے
وہ جس کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑتے ہیں بتخانے

ہیں وہ محراب یہ ابرو کہ جھک جاتے ہیں سرکش بھی
کماں ایسی کہ خود آتے ہیں دل تیرِ نظر کھانے

وہ آنکھیں دیکھ کر جن کو ہوا ایمان کو ثر پر
وہ آنکھیں جن کی مستی کی قسم کھاتے ہیں میخانے

وہ عارض جن پہ ہے نورِ محمدؐ اس طرح تاباں
جیسے صدیقؓ کی نظریں ملی ہوں کچھ وہی جانے

وہ لب جن سے برستا ہے کچھ ایسے بادہ رنگیں
کہ جو خالی تھے وہ لبریز ہو جاتے ہیں پیمانے

تبسم کی ضیاءٔ باری نے یہ کیا کہدیا اس سے؟
کہ بادل سے چھپا کر منھ لگی ہے برق شرمانے

تجلّی گاہ ہے جس کی وہی جانے کہ کیا ہے دل
سُنے شمس و قمر سے یوں تو ہم نے اس کے افسانے

کرامت ہاتھ کی پوچھے کوئی تسبیح سے اُن کی
ہوئے یک دل پرودئے اس طرح بکھری ہوئی دانے

ہیں اُن کے پاؤں وہ جن پر محبت سر جھکاتی ہے
فدا کرتے ہیں اُن قدموں پہ عقل و ہوش فرزانے

قتیلِ جلوۂ او بازمیرد از تمنائے
کنم بر پائے او قربان گریابم دگر جانے

یہی توصیف ممکن ہے کہ کہدیں ماعرفناک
کہ جو منظور احمد ہو اُسے کیا کوئی پہچانے

وہ یوں تو رونقِ عالم ہیں لیکن فاطمہ اُن کی
حقیقت کوئی کیا سمجھے حقیقت کوئی کیا جانے

⁂

سلام بحضور سیّد الانام

تو وہ محبوب ہے شاہِ عالی مقام　　رحمتیں چوم لیں مُنہ جو لے کوئی نام
تیری تعریف کرتا ہے رب کا کلام　　وحشیوں کو کیا خلق سے تو نے رام

السلام السلام السلام

لن ترانی سنا جو ہوا ہم کلام　　تجھکو بھیجا گیا وصل کا خود پیام
قاب قوسین او ادنٰی تیرا مقام　　تیرے رتبے میں شک معنوں پر حرام

السلام السلام السلام

تھا تقاضا یہی شانِ محبوب کا　　کہ تیرے نام کا سب سے پردہ رہا
تو ہے یٰسین و طٰہٰ الٓرٓ　　آیا چھپ چھپ کے قرآن میں تیرا نام

السلام السلام السلام

اے کہ ہے فیض سے تیری روشن قمر　　اک ذرا سی توجہ خدا را ادھر

جس پہ ڈالے ترحم سے تو اک نظر رحمتِ خاص حق اس پہ ہو گی مدام

السّلام السّلام السّلام السّلام

شرک ہرگز نہیں یہ خدا کی قسم یہ وضو ہے کہ الفت میں ہو چشم نم

ہے یہ سجدہ کہ میں چوم لوں وہ قدم ہو کے حیراں کھڑا ہوں تو یہ ہے قیام

السّلام السّلام السّلام السّلام

جب شفاعت کا منصب تمھارا ہوا بس تو پھر پار بیڑا ہمارا ہوا

مالکِ یومِ دیں کا اشارا ہوا رک گیا حشر دیکھی جو شانِ خرام

السّلام السّلام السّلام السّلام

قبر میں بھی تصوّر میں جو گم رہا اُس کو کیا ہو خبر جو اُنھوں نے کہا

تیری تصویر ہو سامنے گر شہا کیا مری قبر میں ہو فرشتوں کا کام

السّلام السلام السلام السّلام

ان کی بیچارگی پر تو ہی رحم کر تیرے صدقے میں ہو اب فغاں میں اثر

مظہرِ رحمتِ حق ذرا اک نظر   تیرا منہ تک رہے ہیں یہ ہندی غلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

دل میں تیری محبت کی تنویر ہو   کاش اب خوابِ الفت کی تعبیر ہو
سامنے قیصریؔ کے وہ تصویر ہو   پھر نہ آئے اسے ہوش دیدی وہ جام

السلام السّلام السّلام السّلام

۷۸۶

دیباچہ

اس کلام کے بارے میں صرف چند سطریں لکھ دوں۔ اس میں ایک مصرعہ بھی سوائے اللہ اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے شیخ طریقت کے کسی کے لئے نہیں لکھا گیا۔ میں نے کبھی کلام کی اشاعت کا تصور بھی نہیں کیا۔ میاں ادام اللہ فیوضھم (میرے پیرِ طریقت) نے ایک مرتبہ (آخر ۱۹۴۸ء) فرمایا "لکھا کرو" اور دسمبر ۴۸ء سے خود بخود زبان پر چند شعر آ گئے۔ جنوری ۴۹ء سے اسی طرح بے اختیاری کی شاعری ہونے لگی جو بلا انتخاب اس مجموعہ میں موجود ہے۔ میں نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ صرف اپنے آقا کو سنانے کے لئے لکھتی تھی۔ کسی سے کیا اصلاح لیتی؟ کوئی شعر حذف نہیں کیا، دل دکھتا تھا۔ جب گیارہ شعر یا تیرہ (۱۳) شعر ہو جاتے، غزل ختم کر دیتی۔

یہ سب ۴۹ء سے ۵۱ء تک کا کلام ہے۔ پھر کلام کا رنگ بدل گیا اس لئے شائع نہیں کیا جا رہا۔ میاں ادام اللہ فیوضھم کے حکم کے مطابق لکھا تھا، انھیں کی خواہش کے مطابق اشاعت ہو رہی ہے۔ کلام اُسی ترتیب سے طبع ہو رہا ہے جس ترتیب سے لکھا گیا تھا۔

فاطمہ قیصری ریحشا

نقشبندیہ منظوریہ

غزل

اللہ رے یہ شوخی قربان اس حیا کے
وہ دل میں چھپ گئے ہیں میری نظر بچا کے

انداز کچھ عجب ہیں اُن کے نشان پا کے
معراج مل گئی ہے سر کو یہاں جھکا کے

دل کو بھی ہو گیا ہے اندیشۂ رقابت
لیتا ہی نام اُن کا ہم سے چھپا چھپا کے

اے یادِ یار آجا یہ دل حرم ہی اس کا
شایانِ دوست کر دی ہر آرزو مٹا کے

کہتا نہیں انا الحق لیکن بتا دی کوئی
دیکھا تھا کس کو میں نے اُن کا نقاب اٹھا کے

میری تلاش میں ہیں دنیا و دین اب تک
میرا پتہ نہیں ہی اُن کا نشان پا کے

ہم اُن کو دیکھ لیں گے ذوقِ نظر سلامت!
اپنے وجود کا بھی پردہ کبھی ہٹا کے

کیوں اب ہے لن ترانی روزِ ازل کیا کیوں
مشتاقِ دید ہم کو اپنی جھلک دکھا کے

پیچھے ہی رہ گئے ہیں اب عقل و ہوش ناصح
یہ راہ عشق کی ہے میں کیا کروں بلا کے

نوٹ :- اسی غزل کے ابتدائی تین اشعار سے میری حقیقی شاعری کی ابتدا ہوئی (آخر دسمبر ۱۹۲۸ء) باقی اشعار مئی ۱۹۲۹ء کے ہیں۔

تیر نظر خدارا اب لکھدے نام اُن کا
ہر نقش ماسوا کا دل سے مرے مٹا کے

ریحانہ اب نہیں ہی دل میں آرزو بھی
ہوں بے نیازِ منزل رہبر اُنھیں بنا کے

غزل

تڑپتا ہی مچلتا ہی اُچھلکر ڈوب جاتا ہی
کہ جب پاتا ہی ظالم دل یونہی تسکین پاتا ہی

وہ خود آئیں کہاں ممکن ہی جب یہ ناز کا عالم
کہ اُن کا نام بھی لب تک بڑی مشکل سے آتا ہی

کبھی ڈرتا تھا ان کی بے نیازی سے مگر اب دل
نجانے التفاتِ یار سے کیوں کانپ جاتا ہی

یہاں کی سر بریدی میں ہے پوشیدہ سرافرازی
ہی وہ کمبخت جو اس آستاں سے سر اُٹھاتا ہی

کبھی لاتا بھی ہی دل تک تو پردے ڈالکر لاکھوں
وہ خود ظالم ہیں اور اُن کا تصور بھی ستاتا ہی

وہ نظریں کیوں عبث نذرانۂ دل مانگتی ہیں اب
کسی کی قید میں جاکر رہائی کون پاتا ہی

بتاؤں کیا کہ کیسے رُوپ دکھتا ہی کرم اُن کا
تڑپ بنکر جگاتا ہی سکوں ہو کر سلاتا ہی

تڑپتا ہے مرا دل قیصری یوں جس طرح طائر
قفس کی تیلیوں سے ہو کے زخمی پھڑ پھڑاتا ہے

غزل

کیوں حیا کی آڑ میں بیداد گر ہو جائیے
آپ چھپنے کے لئے درد جگر ہو جائیے

کون اب کرتا پھرے دنیا میں جلووں کی تلاش
آئیے اور آکے مجھ میں جلوہ گر ہو جائیے

خونِ دل بن کر برسئے میری آنکھوں سے کبھی
اور کبھی آہوں کی پڑی میں اثر ہو جائیے

آپ گر ملجائیں تو مانگوں میں فردوس بھی
میری دل کی سب دعاؤں کا ثمر ہو جائیے

تیر و نشتر سے بجھے کیا زخمِ دل کی تشنگی
درد اٹھ کر چوم لے ایسی نظر ہو جائیے

مصلحت کہتی ہی خطرہ جان کا ہے عشق میں
دل یہ کہتا ہے کہ بس سینہ سپر ہو جائیے

رستگاری کی تمنا کیا کہ اس کی ہر ادا
کہہ رہی ہی قید میں بے بال و پر ہو جائیے

غیر کی منت اٹھانا کیوں گوارا ہو مجھے
آپ ہی کا درد ہے خود چارہ گر ہو جائیے

آخر آخر نامرادی ہی مرادِ عشق ہے
کیوں نہ پہلے ہی دعائے بے اثر ہو جائیے

آپ کا پھر نام بھی لب تک نہ آئے بے حجاب
جو صدف میں بند ہو ایسا گہر ہو جائیے

ہو گیا دل آپ کی جانب کرے کیا فاطمہ
دیکھ کر یہ بیکسی اب خود ادھر ہو جائیے

آہ کب تک ہم یوں ہی دیوار و در دیکھا کریں
آکے اب مسجود ہی کے سامنے سجدا کریں

آج پھر اپنی جبیں وقفِ نشانِ پا کریں
نالہ و آہ و فغاں سے حشر پھر برپا کریں

روکتا ہے حشر میں جانے سے اِنّی جاعلٌ
آہ کیا ہم انتخابِ دوست کو رسوا کریں

کہہ رہی ہے عشق کی غیرت یہ شوقِ دید سے
خلوتِ دل میں بھی وہ کیوں بے حجاب آیا کریں

بے نیازی اک ادا ہے ورنہ ممکن ہی نہیں
جاں بلب ہوں درد سے ہم اور وہ دیکھا کریں

ہو گیا گم اُس کے جلووں میں جہانِ آرزو
وہ نظر کے سامنے ہے اب تمنّا کیا کریں

بے نیازی دیکھ کر ہو جائیں ہم بھی بے نیاز
ترس وہ کھائیں نہ کھائیں ہم یوں ہی تڑپا کریں

دار سے ڈرتے نہیں منصور بس یہ ہے لحاظ
راز ہے پردہ نشیں کا کیوں اسے افشا کریں

دیکھ کر ہوں صورت آئینہ حیران و خموش
ہوش پھر باقی نہ ہو اتنا کہ ہم سجدا کریں

نام ہی لیتے رہیں اے کاش وہ نوری رقیب
اور ہم خاکی کسی کی ذات کو دیکھا کریں

جب حریمِ دوست میں بھی یہ سکوں پاتا نہیں
قیصریؔ ہم اپنے اس بےچین دل کو کیا کریں

غزل

ہوچکا خونِ تمنّا پائے رنگیں کی قسم
بارگاہِ دوست میں اب سرخرو جاتے ہیں ہم

ہے امید و یاس ہی کی کشمکش میں لطفِ غم
دیکھ مایوسی نہ کردے میرے دل کا درد کم

کر رہا ہے اہتمامِ خشک تر وہ بےنیاز
اور دردِ شوق سے یاں خشک لب ہیں آنکھ نم

سیرِ دُنیا سے غرض کیا دیکھتے ہیں عکسِ یار
ہم گداؤں کے لئے ہے کاسۂ دل جامِ جم

ربطِ حسن و عشق ہی ہے یہ کہ تیغِ یار پر
ہے ہمارے عشق کی رنگیں کہانی مرتسم

آہ اب کس کس ادا پر جان و دل کر دوں نثار
ظُلم ہوتا جا رہا ہے میرے ظالم کا کرم

دیکھ کر قاتل کو اپنے سامنے خنجر بکف　　زخمِ دل کی آرزو ہے چوم لے تیغِ دودم

ہوش سے کہدو نگاہِ یار کی مستی گواہ　　ہے دلِ مدہوش پر اب حکم دانائی ستم

جب نہیں محفل میں ساقی لطفِ مے کیا قیصریؔ

اب ہمارے واسطے ہے بادۂ گلرنگ سم

غزل

کچھ عجب انداز سے مجھ میں سما جاتے ہیں وہ

دیکھتا ہوں آئینہ لیکن نظر آتے ہیں وہ

درد بھی آتا ہے اُن کے ساتھ جب آتے ہیں وہ

بن کے پیکانِ نظر دل میں اُتر جاتے ہیں وہ

کیا کہوں یارب حیا ہے یا ادا ہے یا ستم

سامنے ہیں اور تجلی میں چھپے جاتے ہیں وہ

حسنِ شب ہائے قمر رنگینیٔ صبحِ بہار
ساتھ اپنے جنّتِ قلب و نظر لاتے ہیں وہ

ہٹ کے اُن کے رُخ سے نظریں اس طرف پڑنے لگیں
دیکھ کر شانِ جنونِ عشق شرماتے ہیں وہ

جن پہ پڑ جاتی ہے مہرِ معرفت کی اِک نظر
"[1]روند کر سارے ستارے چاند ہو جاتے ہیں وہ"

ہو گئی ہے عندلیبوں سے بھی مجھ کو اب خلش
کیوں گلوں کے سامنے نغمہ ترا گاتے ہیں وہ

آہ وہ انداز! واعظ عاصیوں کے دل سے پوچھ
کس طرح رحمت پہ اپنی ناز فرماتے ہیں وہ

ہائے ریحانہ نہیں محشر پہ ہمکو اختیار
وعدۂ فردا سے کیوں بیکس کو تڑپاتے ہیں وہ؟

---

[1] یہ مصرعہ ہمارے ایک بھائی کا ہے۔ میں نے اس پر گرہ لگائی ہے۔ غزل بھی اسی مصرعہ پر حسبِ فرمائش کہی تھی۔

غزل

میری نظروں میں کچھ ایسی بیکسی پاتے ہیں وہ
چھوڑ کر شانِ تغافل تڑپ جاتی ہیں وہ

وہ انھیں کا غم سہی لیکن رہی اس کا لحاظ
اے دلِ پُر غم تری نالوں سے گھبراتی ہیں وہ

ہو گیا ہے اس سے چرچا اور بھی کچھ حُسن کا
ورنہ میرے عشق کو خاطر میں کب لاتی ہیں وہ

کون سمجھائے کہ ان کی یہ ادا بھی ہے ستم
یاد کر کے اپنے جور و ظلم شرماتی ہیں وہ

بدگمانی ہے وگرنہ ہیں کہاں شکوہ کہاں
میں تو چپ ہوں حشر میں کیا گھبراتی ہیں وہ

اپنے غم پر ہوں پشیماں دیکھ کر چہرہ اُداس
کاش سمجھا دے کوئی کیوں میرا غم کھاتے ہیں وہ

فاطمہ ہے ہجر کا اک مشغلہ یہ انتظار
دل کو بہلاتے ہیں یونہی ورنہ کب آتے ہیں وہ

غزل

آکہ اشکوں کی اب شراب بھی ہے
دل کا ٹوٹا ہوا رباب بھی ہے

خود نمائی بھی ہے حجاب بھی ہے
آئینہ ہے مگر نقاب بھی ہے

پھیر کر منہ وہ دیکھتے ہیں ادھر
بولتے بھی نہیں خطاب بھی ہے

کیا وہ جنت ہی دیں گے بدلے میں؟
عشق کا اور کچھ جواب بھی ہے!

ہر صنم میں ہے جلوہ فرمائی
اور پھر شرک پر عتاب بھی ہے

عرض کی ہوں میں تشنۂ دیدار
ہنس کے فرمایا تم میں تاب بھی ہے

جو ہے زاہد کسی کی آنکھوں میں
تیری جنت میں وہ شراب بھی ہے

ہائے ذرّوں پہ ہو گئے مائل !
یہ نہ سمجھا کہ آفتاب بھی ہے

مجھ کو بھی بے حساب بخشدیا
تیری رحمت کا کچھ حساب بھی ہے؟

عشق پر موت ہے حرام مگر
ہجر میں زندگی عذاب بھی ہے

کوئی کیا چھپ سکیگا رازِ جمال!
حسن کی اک ادا حجاب بھی ہے!

غزل

وہ یوں تو نظروں کے سامنے ہیں مگر ہے مجھ سے حجاب اب تک
کہ اُن کے رُخ پر پڑا ہوا ہے میری نظر کا نقاب اب تک

ہمارے دل کے شکستہ تاروں سے اب بھی نغمے اُبل رہے ہیں
کہ جس کو چھیڑا تھا اس نظر نے وہ بج رہا ہے رباب اب تک

یہ حشر کا دن ہے برسرِ عام اُن کا دیدار ہو رہا ہے
مگر نظر بھر کے دیکھنے کی نہیں کسی میں بھی تاب اب تک

جسے عطا تو نے خود کیا تھا وہ تو ہی لے خالقِ محبت!
کہ اس جہاں میں نہیں ملا ہے مری وفا کا جواب اب تک

کبھی جو دیکھی تھیں اپنے ساقی کی مست بادہ فروش آنکھیں
ہماری نظروں سے میکدے میں برس رہی ہے شراب اب تک

کہاں ہمیں ہجر میں یہ فرصت کہ تارے گن گن کر رات کاٹیں
کہ دیکھتی ہیں ہماری آنکھیں کسی کا رنگین خواب اب تک

ہماری آنکھوں سے اب بھی آنسو ستارے بنکر برس رہی ہیں
ہمارے پہلو میں داغِ الفت ہے غیرتِ آفتاب اب تک

میں تیرے قربان میرے رہبر بتا کہ آبِ حیات کیا ہے
کہ دے چکے ہیں فریب مجھ کو نہ جانے کتنے سراب اب تک

لرز رہے ہیں فلک کے دامن پہ آج بھی بے شمار آنسو
تمھارے غم میں ہے زرد چہرہ اُداس ہی ماہتاب اب تک

شکن جبیں پر بھنچے ہوئے لب مگر تبسم چھپا چھپا سا
کسی طرح بھولتا نہیں ہے کسی کا دلکش عتاب اب تک

چھپا لئے ہیں کسی کے دامن نے قیصریؔ سب گناہ لیکن
جھنجھوڑ رہا ہے ضمیر نشتر یہ ہو رہا ہے عذاب اب تک

غزل

غمِ دنیا میں آنسو چشمِ تر بیکار کھوتی ہے
وہ خود لیتی ہیں دامن میں وہ نایاب موتی ہے

نہ جانے کس کی خاطر گوہرِ انجم پروتی ہے
کہ جب مایوس ہو جاتی ہے آخر رات روتی ہے

برس پڑتے ہیں آنکھوں سے ہماری پارہ ہائے دل
نظر اُن کی کچھ اس انداز سے نشتر چبھوتی ہے

نہ ہو جائے کہیں رازِ محبت فاش محفل پر
کہ اب اشکوں کے دامن میں تری تصویر ہوتی ہے

ذرا کہدو سنبھل کر ہوش آئے خانۂ دل میں
چھپا کر بیخودی سے منھ کسی کی یاد سوتی ہے

خدارا کھینچ لے ساحل کہ اب بحرِ محبت میں
سفینہ میری اُمیدوں کا مایوسی ڈبوتی ہے

چراغِ آرزو بجھتا ہے جب ستم کے جھونکوں سے
میری تقدیر ہنس پڑتی ہے اور تدبیر روتی ہے

وضو ہوتا ہے خونِ دل سے سجدہ پائے قاتل پر
تہِ محرابِ خنجر یوں نمازِ عشق ہوتی ہے

مہک اُٹھتا ہے عالم داغ کے پھولوں سے ریحانہ
محبت جب بھی دل میں آنسوؤں کا بیج بوتی ہے

غزل

(ابّا جان کے فراق پر)

یہ نہ تھا معلوم یوں بھی روٹھ جائے گا کوئی
ڈھونڈھنے سے بھی پتہ اُس کا نہ پائے گا کوئی

ہم سمجھتے تھے کہ ہنستے ہی گذر جائیں گے دن
ہائے کیا معلوم تھا یوں بھی رولائے گا کوئی

ہم نے کھوئی ہے محبت مال و زر کھویا نہیں
اور یہ کھو کر بھی ہمدم چین پائے گا کوئی ؛

واقعی کیا میری نظریں اب نہ دیکھیں گی انھیں
کیا یہ سچ ہے میرے گھر میں اب نہ آئے گا کوئی

ہائے ! اب فریاد کیا دل میں شکایت بھی نہیں
روٹھ بھی جائیں تو کیا آکر منائے گا کوئی

قیصری فانی کی اُلفت میں بقا ہوتی نہیں

اب تو باقی ہی سے اپنی لو لگائے گا کوئی

(غزل)

آرزوئیں ملتفت ہو کر جگائیگا کوئی
پھر قیامت اس دلِ مردہ میں لائیگا کوئی

اے مری ٹوٹی ہوئی امید سننے دے ذرا
دل کی دھڑکن کہہ رہی ہے آج آئیگا کوئی

پھر بدل جائیں گی یہ تاریکیاں انوار سے
نور بنکر پھر فضائے دل پہ چھائیگا کوئی

ہائے یہ بے اختیاری آنسوؤں نے کہدیا
ان کا رازِ درد اب کیسے چھپائیگا کوئی

چھیڑ کر دیکھے تو مضرابِ نظر سے میرا دل
نغمہ ہائے غم سے پھر یہ ساز پائیگا کوئی

دیر ہا ہے جامِ مئے لیکن نگاہیں پھیر کر
ہائے ساقی اس طرح کیا کیف پائیگا کوئی

میری نظروں میں سمٹ کر اس کے جا وے آچکو
ہجر میں تڑپا کے اب کیسے ستائیگا کوئی

شکر ہے ناراض ہو جاتے ہیں اکثر بے سبب

یہ تو سمجھا قیصری خود ہی منائے گا کوئی

غزل

یہ کس کا حُسن یوں چھپ چھپ کے پیدا ہوتا جاتا ہے
کہ اب ذوقِ جبیں ہر در پہ رسوا ہوتا جاتا ہے

وہ ہر دم سامنے ہو کر نظر آتا نہیں مجھ کو
مرا پردہ نشین آنکھوں کا پردا ہوتا جاتا ہے

خدا معلوم یہ توحید ہے یا شرک ہے یا رب
کہ ہر قطرہ انا الحق کہہ کے دریا ہوتا جاتا ہے

کرشمہ زائیاں ہیں آفتابِ ذرہ پرور کی
جہانِ دل کا ہر ذرہ ستارا ہوتا جاتا ہے

الٰہی خیر رکھنا بیخودی کی اب خبر کس کو
کہ ان کے غم میں اپنا حال کیسا ہوتا جاتا ہے

کبھی ویران تھا دل آ گئے وہ اور بہار آئی

گلستانِ محبت اب یہ صحرا ہوتا جاتا ہے

کسی کے دامنِ رحمت میں چھپکر یوں ہوا روشن

کہ اب داغِ محبت دستِ موسیٰ ہوتا جاتا ہے

لٹا تا جا رہا ہے عشق کے قدموں پہ دانائی

ہمارا یہ دلِ نادان دانا ہوتا جاتا ہے

تصرف ہے یہ کس حسنِ محبت ساز کا یا رب

کہ جس کو غیر سمجھا تھا وہ اپنا ہوتا جاتا ہے

نہیں آئے وہ جب پھولوں میں کیسے تازگی آئے

مری نظروں میں اب گلشن بھی صحرا ہوتا جاتا ہے

جسے ہونا تھا حامل دوست کے جلوؤں کا سر آپانہ

وہی دِل ہائے کیوں وقفِ تمنا ہوتا جاتا ہے

نازو نیاز

حُسن کے آستاں کو چوم لیا
ایک دن عشق نے بعجز و نیاز

اور پھر سر کو رکھ کے سجدہ میں
عرض کی عشق نے کہ سجدہ نواز

کب ہے شایانِ آستاں یہ جبیں
کب ہے محمود کے مقابل یہ ایاز

ہے مگر تیرے در میں ایسی کشش
کون سجدہ سے رہ سکے گا باز

آستانِ حبیب جھوم گیا
دیکھ کر عشق کے سجود نیاز

حسن نے اپنے دردِ دل کو مگر
رکھ لیا عشق کی نگاہ سے راز

ہنس کے ٹھکرا دیا ہر ایک سجدہ
حُسن ہوتا ہی ہے سراپا ناز

ہاں مگر اس ادا نے چھیڑ دیا
عشق کے دل کا سب سے نازک ساز

خون کے آنسوؤں سے کر کے وضو
حُسن کے شکریہ میں پڑھ لی نماز

اہل سمجھا ہے بے نیازی کا
اس کرم پر نثار میرا نیاز

حُسن کی بے نیازیوں کی قسم عشق اس سے ہوا ہے سرافراز

ہو گئے ہمکنار ریحانہ

عشق کا عجز اور حسن کا ناز

غزل

پارہ ہائے دل سے پھر اک گلستاں پیدا کریں
مسکرائے حُسن وہ رنگیں سماں پیدا کریں

آگیا آخر لبوں تک نالۂ آفاق سوز
وہ سنبھل کر اب ذرا تابِ فغاں پیدا کریں

خوف ہی غیرت نہ آجائے تری توحید کو
ورنہ ہر پتھر سے تیرا آستاں پیدا کریں

تاب نالوں کی مرے لائے گا کیا چرخِ کہن
پھر فرشتوں سے کہو اک آسماں پیدا کریں

دل بنالیں عشق کے قابل نگاہیں دوست کی
بجلیاں خود اپنی خاطر آشیاں پیدا کریں

پھول پھل لائے جہاں نخلِ تمنائے حبیب
دانہ ہائے اشک سے وہ گلستاں پیدا کریں

پستیٔ عالم کہاں اور عشق کی رفعت کہاں
ذرہ ہائے دل سے خود اپنا جہاں پیدا کریں

جان دیدیں جل کی خاموشی سے اسکی آگ میں
صورتِ پروانہ وہ سوزِ نہاں پیدا کریں

کیا سنائیں قصۂ دل آہ عصرِ نو ہے یہ
سوچکے سب کس میں ذوقِ داستاں پیدا کریں

قوتِ پرواز بھی آجائے اسکے ساتھ ساتھ
دل میں گر پھر آرزوئے آشیاں پیدا کریں

ہے عطائے دوست جنت ہو کہ دوزخ فاطمہ
دل میں کیوں اندیشۂ سود و زیاں پیدا کریں

غزل

بھڑکے جنونِ عشق کے شعلے بہار میں
اور اس طرح کہ آگ لگا دی قرار میں

شاید وہ آ بھی جائیں تو آئے نہ اب قرار
کچھ اتنا بے قرار رہے دل انتظار میں

اس زندگی کے بعد بھی ہے سوز و سازِ دل
محدود کیسے عشق ہو عمرِ شرار میں

ہیں وہ قریب پھر بھی ہے دل کو غمِ فراق
زردی خزاں کی چھا گئی گُل پر بہار میں

تیرے بغیر اور بھڑکتی ہے دل کی آگ
کیا کیف مِل سکے گا ہمیں لالہ زار میں

شاید کہ آج آ گئی دل میں کسی کی یاد ؎
بوئے وفا ہے پھر مرے اشکوں کے ہار میں

اپنے جلو میں راحت صبر و سکوں لیئے ؎
یہ کون آ گیا ہے دلِ بے قرار میں

دیں کس طرح حساب گناہ و ثواب کا
ہم کھو کے رہ گئے ہیں جمالِ نگار میں

مضرابِ غم سے چھیڑ دیا کس کی یاد نے
نغمے تھے جو خموش مرے دل کے تار میں

زاہد ہمیں تو باغِ ارم بھی نہیں پسند
تڑپائے گر نہ عشق وہاں کی بہار میں

طوفان ہی سے لطف ہے دریائے عشق کا
ہر چند ہو سلامتی اُس کے کنار میں

ہے خونِ آرزو کی جھلک لالہ زار میں (۲)
تیرے بغیر آگ لگی ہے بہار میں

ریحانہ اس سے اور تڑپتا ہے میرا دل
پنہاں ہے کچھ عجیب ستم لطفِ یار میں

مطلع ثانی غلطی سے یہاں لکھدیا گیا۔

غزل

میری چمن کی شان نرالی ہے آجکل — رقصاں ہر ایک پھول کی ڈالی ہے آجکل

گُم ہوگئی ہے اُن کی تجلی میں کائنات — عالم وجود غیر سے خالی ہے آجکل

زخموں نے اپنے دل میں بڑے اشتیاق سے — اُن کی نگاہِ ناز چھپالی ہے آجکل

نظروں کے سامنے ہے مسیحا نفس کوئی — بیمارِ غم کے رُخ پہ بحالی ہے آجکل

دیتے ہیں ہم کو خود وہ سرِ بزم ناز سے — جامِ شراب چاہ کی پیالی ہے آجکل

بادل نہیں یہ دامنِ رحمت کسی کا ہے — یوں حسن آفتاب جمالی ہے آجکل

خلوت کدے میں اُن کے کسی کا گذر کہاں — ہر آرزو سے دل مرا خالی ہے آجکل

واعظ ہیں بے مزہ تری رنگیں بیانیاں — جنت بھی ایک وہمِ خیالی ہے آجکل

تھا قیصری جو درد کبھی ہمدمِ فراق

اس سے بھی ہم نے آنکھ چرالی ہے آجکل

غزل

کرتے ہیں یاد اُن کی ہر آرزو مٹا کے
کعبہ بنا رہے ہیں مندر گرا گرا کے

وہ اب بھی چھپ رہے ہیں قربان اس حیا کے
گو دیکھ بھی چکے ہم ہر اک حجاب اُٹھا کے

ان کی ہنسی کی ضو سے لو پھر وہ جل اُٹھی ہے
کیوں ہنس پڑی تھی شمع امید وہ بجھا کے

کیوں آنکھ بند کی ہے میں خوب جانتا ہوں
پہونچے ہیں غیر کے گھر میری نظر بچا کے

جب تک نہ روئے کوئی جاتا نہیں ہے غصہ
للہ اب تو من جا ظالم مجھے رلا کے

لو اب وہ کہہ رہے ہیں غیروں سے میرا قصہ
اب تک تو جھینپتے تھے ہم خود انھیں سنا کے

غصہ سے مجھ کو دیکھا پھر مسکرا پڑے خود
اللہ کتنے خوش ہیں وہ بجلیاں گرا کے

کیوں کوئی تم کو دیکھے کس کی مجال ہے یہ
رکھ لیں گے دیکھ لینا دل میں تمھیں چھپا کے

چھینا ہے اب تصور پھر تا کہ ہم نہ دیکھیں
سبحانہ اک خیالی تصویر بھی بنا کے

[illegible] جنت نہ جہنم [illegible]
اب دعا کا بھی واسطہ نہ رہا
[illegible] الاماں عشق [illegible]
[illegible] دنیا میں اب سوا نہ رہا

غزل

آستانے سے اٹھ کے جائے کون — گر کے سجدے میں سر اٹھائے کون

جس نے ہر اک سے بیوفائی کی — ایسی دنیا سے جی لگائے کون

میرے شکووں پہ طنز کرتے ہیں — ایسے کمزور کو ستائے کون

جان و دل نذر کو نہیں باقی — ہم کو محفل میں اب بلائے کون

بیخودی سے خفا ہے ان کی یاد — ہائے اب میرے دل میں آئے کون

اس زمانے میں اور مئے الفت — کون پیتا ہے اور پلائے کون

ضبط نے ہونٹھ سی دیئے میرے — حالِ دل اب انہیں سنائے کون

وہ گئے دل بھی ان کے ساتھ گیا — اب مچل کر انہیں بلائے کون

دل نے بھی کہدیا ہے آنکھوں سے — رازِ پردہ نشیں چھپائے کون

قیصری کس کو ان کی چاہ نہیں
رشک سے اپنا جی جلائے کون

دُعاء

نہیں خواہش مجھے یارب کہ مجھ کو دولت و زر دے
مگر کچھ آرزوئیں ہیں اگر تکمیل تو کر دے
مسلمانوں میں پیدا پھر کوئی شیرِ خدا کر دے
مرے معبود پھر ہم میں کوئی خولہ سی دختر دے
میرے قہار تیرے سطوت و جبروت کا صدقہ
مثالِ حضرتِ خالد کوئی پھر ہم کو صفدر دے
وہ جس کو دیکھ کر باطل لرز اُٹھے سہم جائے
مری بہنوں کے نازک ہاتھ میں یارب وہ خنجر دے
علم اسلام کا نیچا نہ ہو گو ہاتھ کٹ جائیں
ہمارے نوجوانوں کو الٰہی عزمِ جعفر دے

اٹھانی ہے مجھے تلوار تیرے دین کی خاطر

مرے کمزور ہاتھوں میں الٰہی بجلیاں بھر دے

عطا ہو جستجوئے حق کی خاطر عزمِ سلمانیؓ

الٰہی عشقِ مولیٰ عشق احمدؓ عشق رہبر دے

سکھا دے اے غنی پھر بے نیازی ہر دو عالم سے

الٰہی پھر وہی تقویٰ وہی زہدِ ابوذرؓ دے

وضو کرتی ہے یارب تیری الفت جس کے اشکوں سے

ترے محبوبؐ کا صدقہ مجھے وہ دیدۂ تر دے

صداقت جب کبھی آئے سامنے سر میرا جھک جائے

خدایا مجھ کو ذوقِ حضرتِ صدیق اکبرؓ دے

میری آنکھوں میں حسرت ہو تو دیدارِ نبیؐ کی ہو

مرے دل میں فقط عشقِ جمالِ روئے انورؐ دے

عطا ہو مجھکو وہ دل جس میں تیری ہی محبت ہو　　جو جھک جائے تری مرضی کے آگے مجھ کو وہ سر دے

مجھے پابندیٔ دنیا سے رکھ آزاد و بے پروا
مگر ان گیسوؤں کی قید میں بے بال و پر کر دے

خدایا بھول بیٹھے ہیں قفس میں آشیانے کو
ہو جن سے عشق کی پرواز ممکن ہم کو وہ پر دے

بہت باطل نے یارب اب جہاں میں سر اٹھایا ہے
اسے اک مرتبہ پھر حق کے آگے سرنگوں کر دے

ترے مجبور بندے آج تیرے در پہ آئے ہیں!
کرم فرما مرے وہاب ان کی جھولیاں بھر دے

زمانے کو یہ دے فرمان بول ماضی کو وہ دہرائے
کہ پھر ریحانہؔ کی نظروں کے آگے وہ سماں کر دے

تیری ریحانؔہ کو کافی ہے اک گوشہ مدینہ میں　　میں کب کہتی ہوں یارب مجھ کو جنت میں کوئی گھر دے

غزل

پڑ جائے اور پر وہ ہماری نظر نہیں
یہ دل ترا ہے غیر کا اس میں گذر نہیں

ہے بار بار عرضِ تمنا میں ایک لطف
زاہد نہ کر یہ طعن دعا میں اثر نہیں

وہ چاہتے ہیں اب نہ کہیں بچ کے جائے دل
ہم صبر کر چکے ہیں کہ کوئی مفر نہیں

شائد میں اُن کو منھ نہ انکار سے سکوں
ہر چند مجھ کو خونِ تمنا کا ڈر نہیں

ہے اُن کے رُخ پہ یا مری آنکھوں پہ ہی حجاب؟
وہ چھپ گئے ہیں یا مجھے تابِ نظر نہیں؟؟

جاتی نہیں ہے دل سے محبت کی روشنی
یہ میرا داغِ عشق ہے شمس و قمر نہیں

ٹھکرا ابھی دیں مجھے تو کہاں اُٹھ کے جاؤں میں
میری جبیں کے واسطے اب کوئی در نہیں

اس عشق کا بھلا ہو کہ سب کچھ مٹا دیا
دُنیا تو خیر اب مجھے عقبیٰ کا ڈر نہیں

مجھ کو ڈرا سکیں گے نہ دنیا کے رنج و غم
یہ قید خانہ مردِ مسلماں کا گھر نہیں!

آغوشِ دل میں دردِ غمِ عشق چھپ گیا
اب میرے ہونٹ خشک نہیں آنکھ تر نہیں

ریحانہ اب کسی سے رقابت نہیں رہی
غیروں کا ہوش کیا مجھے اپنی خبر نہیں ؛

غزل

الٰہی خیر یہ کیا میری حالت ہوتی جاتی ہے
مجھے کیا واقعی اُن سے محبت ہوتی جاتی ہے؟

مجھے اپنے بھی کیوں اب اجنبی معلوم ہوتے ہیں
مجھے کیوں رفتہ رفتہ سب سے وحشت ہوتی جاتی ہے؟

مرا دل چپکے چپکے کیوں مجھے مظلوم کہتا ہے
ستم میرے لئے کیوں ہر عنایت ہوتی جاتی ہے؟

تصور سے بھی اس کے اب مرا دل کانپ جاتا ہے
جدائی کی گھڑی روزِ قیامت ہوتی جاتی ہے

مری اب ان کے نظارہ سے سیری کیوں نہیں ہوتی
کہ جتنا دیکھتا ہوں، اور حسرت ہوتی جاتی ہے

میں چاہوں بھی تو یہ محفل سے کیوں اُٹھنے نہیں دیتا
یہ آخر دل کو کیوں مجھ سے بغاوت ہوتی جاتی ہے؟

یہ رہ رہ کر کسک ہوتی ہے کیوں یارب مرے دل میں
یہ کیوں اکثر مجھے رونے کی عادت ہوتی جاتی ہے؟

اگر چاہا تھا اُن کو خیر مجبوری تھی لیکن اب
جو اُن کو چاہتے ہیں اُن سے الفت ہوتی جاتی ہے

خیالِ نقشِ پا سجدوں مین بھی اب کیوں نہیں جاتا۔
مری مسجود کیا تیری محبت ہوتی جاتی ہے؟

اسی پردہ میں چھپ جاتا ہے میرا دردِ الفت بھی
یہ بیماری تو میرے حق میں نعمت ہوتی جاتی ہے

بہر صورت کسی کا ذکر تو ہر بار ہوتا ہے
میں سچ کہتا ہوں ناصح تجھ سے الفت ہوتی جاتی ہے

نہ جانے مجھ کو کیا غم ہے مگر وہ ترس کھاتی ہیں
مری آنکھوں میں پیدا ایسی حسرت ہوتی جاتی ہے

نہ جانے باتیں کرتے کرتے کیوں میں کھو سا جاتا ہوں
یہ میری بیخودی وجہِ شکایت ہوتی جاتی ہے

وظائف بھی تو یا رب مجھ سے اب پوری نہیں ہوتے
کہ نذرِ محویت میری عبادت ہوتی جاتی ہے

نہ جانے قیصری اس عشق کا انجام کیا ہو گا
ہماری تو ابھی سے غیر حالت ہوتی جاتی ہے

الٰہی بخشدے خود ہی بھلا کیسے گوارا ہو
سر [illegible] مجمعِ عام میں میری شفاعت کرو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ

کاش توحید کی سکھا دے خو — وہ کہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ

کاش احساسِ عشق بھی نہ رہے — کاش مِٹ جائے دل سے یہ من و تو

میرا رہبر شبیہِ احمدؐ ہے — ہیں ادائیں وہی وہی خو بو

اس کے گیسوئے عنبریں کی طرح — ہر نفس میں ہو داغ کی خوش بو

پھر نہ حائل نگاہِ شوق بھی ہو — کاش اس طرح سامنے ہو تو

مجھ سے چھپ چھپ کے میری پردہ نشین — یاد کرتا ہے تجھ کو ہر بُن مو

قیصری کیوں حرم نظر آئے ؟

اس کے جلوے عیاں ہیں جب ہر سو

غزل

آنکھوں میں اشک ہیں نہ مرے لب پہ آہ ہے
اظہارِ غم بھی ان کی نظر میں گناہ ہے

جو کیف ہے فراق میں وہ وصل میں نہیں
ہم کیوں کہیں کہ حال ہمارا تباہ ہے

اُمّید کا چراغ بھی اب دے چکا جواب
منزل ہے دور اور مری تاریک راہ ہے

میری نظر میں پھول بھی بدتر ہیں خار سے
گلشن بھی مجھ کو دشتِ بے آب وگیاہ ہے

اب ان میں امتیازِ من و تو نہیں رہا
کچھ ایسی میرے دل کو ترے غم سے چاہ ہے

ہے جان بے قرار کہ قدموں پہ ہو نثار

زخموں کے لب پہ مرحبا تیرِ نگاہ ہے

مجھ کو سنبھالتا ہے یہ پیرِ مغاں کا حکم

اس میکدے میں پی کے بہکنا گناہ ہے

وسعت میں اس کی گم ہیں زمین و فلک تمام

ہے عرش میرا دل کہ تری جلوہ گاہ ہے

ہے میرے دردِ عشق کو نسبت منیر[۳] سے

ہر اشک میری آنکھ کا اب رشکِ ماہ ہے

رحمانؔ راہِ عشق میں آتا ہے اک مقام

سجدہ تو کیا نظر بھی جہاں پر گناہ ہے

❖ ❖ ❖ ❖

بیتابیٔ دل

اے چشمِ تصوّر اب مجھ کو اُن کا رُخِ زیبا دکھلا دے
اے بادِ صبا تو ہی جا کر پیغام یہ اُن تک پہونچا دے
کیوں اب ہے تصوّر میں پردہ کیوں خواب میں اب وہ آتے نہیں
بیکار ہے پھر یہ فرمانا "دیکھو غم میں گھبراتے نہیں"
ظاہر میں اگر آساں نہ ہو وہ خواب میں آ کر مل جائیں
یوں خوشیوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں سوتے میں کھل جائیں
فرصت نہ ملے اس کی بھی اگر تصویر تصوّر میں آئے
ہو اس سے ہی تسکین مری شائد نہ مرا دل گھبرائے
لو کہنے لگا دل جھوٹ ہے سب خوابوں سے تسلّی کیا ہوگی
جب آنکھ کھلی اور وہ نہ ملے کیسے انھیں پیدا کر لوگی

کر تو ہی کرم اے میرے خدا میری تو بڑی ہی مشکل ہے
جو وصل میں بھی تڑپا ہی کیا کمبخت یہ وہ ظالم دل ہے
آتے نہیں وہ اسے چین نہیں اب کس سے کروں یارب میں گلا
ہے میری ہی مشکل سرِّ پنہاں نہ وہ ایسے ملے دل ایسا ملا!

رازِ محبت

سنا ہے ایک دن کچھ اہلِ دل محفل میں بیٹھے تھے
خموشی سے محبت کو چھپائے دل میں بیٹھے تھے
تھے ان کے درمیاں حضرت جماعت[1] رونقِ محفل
شعاعیں نور کی پھیلا رہا تھا ان کا روشن دل

[1] سیدنا و مخدومنا پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

نگاہیں تھیں دلِ بیتاب پر اور یاد ہوتی تھی
خموشی ہی سے دردِ عشق کی فریاد ہوتی تھی

مگر ہر ایک سے الفت کا ایسا ضبط مشکل تھا
کوئی بیتاب ہوکر "اے مرے اللہ" کہہ اٹھا

اہالیانِ مجلس سُن کے حیراں ہوگئے اک دم
ہوئی جب ختم یکسوئی پریشاں ہوگئے اک دم

تعجب تھا کہ کیا رازِ محبت یوں بھی کہتے ہیں
کہ سارے نقشبندی چپکے چپکے درد سہتے ہیں

اسے حیرت سے دیکھا شیخؒ نے اور پھر یہ فرمایا
"تمھیں اب تک کسی کا نام لینا بھی نہیں آتا

سرِ محفل تو یوں محبوب کو رسوا نہیں کرتے
ہمارے سلسلے والے کبھی ایسا نہیں کرتے

غزل

مژدہ باد اے وحشتِ دل وہ دیار آ ہی گیا
"کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا"

نیند آنکھوں کی اُڑا دیتی تھی آکر جس کے خواب
مژدہ باد اے وحشتِ دل وہ دیار آ ہی گیا

محتسب میں اور اُٹھاؤں منتِ جام وسبو؟
دیکھ کر ساقی کی آنکھیں کچھ خمار آ ہی گیا

مدّتوں اُمّید کے ہاتھوں رہا بیچین دل
یاس کی آغوش میں اس کو قرار آ ہی گیا

ترکِ مے کیسے کروں ہی جب یہ ساقی کا کرم
توبہ میں نے جب بھی کی ابرِ بہار آ ہی گیا

یوں گلستانِ تصور میں کھلے رنگین پھول
"میں یہ سمجھا جیسے وہ جانِ بہار آ ہی گیا"

کر چکے تھے ہم دلِ مایوس کو نذرِ خزاں
دیکھ کر ان کو مگر رنگِ بہار آ ہی گیا

غیر نے اُن سے کیا جب شکوۂ جور و ستم
نام میرا اُن کے لب پر ایکبار آ ہی گیا

ناصحا اس سے محبت میں نے خود تو کی نہیں
دیکھ کر ظالم پہ دل بے اختیار آ ہی گیا

وقتِ رخصت ان کی خاطر مسکرانا ہی پڑا
گویا ہر جھوٹی تسلی سے قرار آ ہی گیا

ہم کو بلواتے نہ وہ محفل میں ریحانہ مگر
"دل کچھ اس صورت سے تڑپا اُن کو پیار آ ہی گیا"

آئینہ سے

آئینہ اے میرے پیمانِ وفا کی یادگار
تیری حیرانی جمالِ دوست کی آئینہ دار
یاد ہے دیکھا تھا جس دن میں نے تجھ میں عکسِ یار
یاد ہے کھویا تھا جب سرمایۂ صبر و قرار
نقش ہے دل پر کسی کا خود دکھانا ناز سے
اور جھک جانا نگاہوں کا مری بے اختیار
اُن کا فرمانا کہ جب آئینۂ دل صاف ہو
اس طرح ہوتا ہے اس سے جلوۂ حق آشکار
ہے مگر اس کی صفائی منحصر توحید پر
غیر کی اُلفت ہے دل کے واسطے گرد و غبار

پھر دُعا میں نے یہ کی تھی تیرے اوپر رکھ کے ہاتھ
بخشدے توحید کی توفیق اے پروردگار
غیر کی جانب نہ اُٹھیں پھر مری نظریں کبھی
کاش ہو جلوہ کسی کا میرے دل سے ہمکنار
مُسکرا کر اُن کا پھر آمین کہنا یاد ہے ٭
اور میرا اس خوشی میں جان و دل کرنا نثار
چومتا ہوں جس کہ وہ عہدِ وفا ہے تو نہیں
جس طرح پتھر کو چوما تھا عمرؓ نے ایک بار
دیکھ کر خالی تجھے آتا ہے یوں اُن کا خیال ٭
جس طرح آئے خزاں میں پھول کو یادِ بہار

٭

٭ ٭ ٭

٭

سمٹ کر آ گئے فردوس کے انوار آنکھوں میں
کہ ان کا جلوۂ رنگیں ہے اب خونبار آنکھوں میں

جھلکتی یوں نہیں اب حسرتِ دیدار آنکھوں میں
کہ ہم نے کر لیا ہے جذب حُسنِ یار آنکھوں میں

اُسے دیکھا تو یوں کھنچ آیا قلبِ زار آنکھوں میں
کیا پہلی نظر نے عشق کا اقرار آنکھوں میں

نہیں گرنے دیئے دامن پہ اب تک ضبط نے آنسو
چھپی ہے آج تک یہ دولتِ بیدار آنکھوں میں

تری جنت میں جا کر بھی ہمیں کیا لُطف آئے گا
بسا ہے واعظا جب کوچۂ دلدار آنکھوں میں

مجھے غم اور تجھ کو بے نیازی زیب دیتی ہے

پڑے کیوں غم کا سایہ تیری پُر انوار آنکھوں میں

چھپایا موت کے پردے میں بیمار محبت نے

نظر آنے لگا جب صاف عکسِ یار آنکھوں میں

نہیں ہم محتسب ایسے کہ کچھ پیکر بہک جائیں

عبث تو ڈھونڈتا ہے نشہ کے آثار آنکھوں میں

بھلا اُن کے ستم کی دوسروں کو کیا خبر ہوتی

سوالی تھیں مری نظریں ہُوا انکار آنکھوں میں

یہ چاہا تھا کہ حالِ دل سنا دوں اُنکو ہنس ہنسکر

یہ چھلک آئے مرے آنسو مگر ہر بار آنکھوں میں

ڈراتا ہے مجھے ریحانہ ناصح اُس کی خطروں سے

میں رکھ لوں شوق سے جس راہ کا ہر خار آنکھوں میں

غزل

دیکھ لے میرا غزنوی جس کو وہی ایاز ہے
ورنہ حُسن ہی سے کیا عشق سے بے نیاز ہے

اے دلِ بیقرار دیکھ لب پہ نہ آئے اُس کا نام
پردہ نشیں ہے خود بھی وہ عشق بھی اُس کا راز ہے

رو لئے ہجر میں کبھی ہو گیا اشک سے وضو
جُھک گیا سر خیال پر اپنی یہی نماز ہے

دیکھا جو مجھ کو سجدہ ریز نقشِ قدم مٹا دیئے
تکتا ہے مُنھ نیازِ عشق آہ یہ کیسا ناز ہے

خود ہی کیا تھا عشق جب، شکوہ ہے اُن سے کس سبب،
کیوں ہو جواب کی طلب جب کوئی بے نیاز ہے

سچ ہی سہی یہ محتسب، ہے مئے عشق بھی حرام
میکدہ کیسے بند ہو توبہ کا در تو باز ہے
نسبتِ عشق سے تری ایک صفت تو آگئی
یعنی ترا نیاز مند غیر سے بے نیاز ہے
دیکھ کے مجھ کو بے قرار اُن کی نظر نے کہدیا
فاطمہ تیرا درد بھی اب تو ہمارا راز ہے

غزل

اے دل ذرا سنبھل کہ یہ خامی ہے وفا کی ہے
پنہاں تری تڑپ میں شکایت جفا کی ہے
کاغذ پہ لے کے عکسِ مصور میں کیا کروں
تصویر میرے دل میں مرے دلربا کی ہے

ہے وقفِ زاہدا تری جنت مرے لئے
یہ بات اپنے حق کی نہیں ہے عطا کی ہے

جل جل گئے فرشتوں کے پر دل کی آگ سے
اب عرش تک پہنچ مری آہِ رسا کی ہے

دیکھا جو تونے یہ مرے پہلو سے چلدیا
سازش تری نظر سے دلِ بیوفا کی ہے

خوشبو سے اُن کی ہجر میں ہم کو دیا فریب
شوخی ہمارے ساتھ یہ بادِ صبا کی ہے

حیران ہوں کہ پہلو سے آتی ہے جو صدا
تیرے قدم کی ہے کہ دلِ بے نوا کی ہے

ہوتا نہیں ہے بھول کے اندیشۂ گناہ
واللہ یہ شراب بھی رحمت خدا کی ہے

غصہ میں بھی کرم کا یہ انداز دیکھنا

سمجھے یہ غیر اُن کی خموشی حیا کی ہے

کرتے ہیں مے سے توبہ مگر محتسب ٹھہر

ہے یہ گناہ کی کہ سیاہی گھٹا کی ہے

تاریک راہِ عشق بھی پر نور ہو گئی

اب تک کچھ ایسی روشنی اس نقشِ پا کی ہے

ہم کیوں کہیں کہ خونِ تمنّا ہے فاطمہ

اچھا یہی سہی کہ یہ سُرخی حنا کی ہے

اس میکدہ میں آکر کیوں آبرو گنوائی — اے رندِ خام تجھ میں باقی ہے پارسائی

کرتی ہی خلق کر لے دشمن کی ہمنوائی — میری طرف خدا ہی اُس کی طرف خدائی

بیکار ہے مصوّر یہ طبع آزمائی — کس طرح کھینچ سکیں گے انداز دلربائی

وہ میری بیکسی پر آنسو بہا رہے ہیں — اب عشق میں ہی ہم کو منظور جگ ہنسائی

کیا دیکھتا ہوں واعظ میخانہ اور حضرت؟ — ہو خیر میکشوں کی تکلیف کیوں اُٹھائی

تیرے بغیر جب بھی گلزار میں گیا میں — غنچوں نے مسکرا کر میری ہنسی اڑائی

بھڑکی ہے آنسوؤں سی کچھ اور آتش غم — اے چشمِ نم یہ دولت بیکار ہی گنوائی

اُلفت تو تھی ازل سی لیکن نہیں نی دیکھا — تصویرِ یار دل نے کچھ اسطرح چھپائی

واقف نہ تھا جفا سی معصوم حُسن اس کا — عشقِ جفا طلب نے طرزِ ستم سکھائی

پھر سوزِ غم سے شمعِ افسردہ جل اُٹھی ہے — آہِ سحر کی ہے اب اس بزم تک رسائی

میرے سکوتِ غم پر وہ ترس کھا رہے ہیں — آواز بن گئی ہے اس دل کی بے نوائی

ریحانہ مجھ کو ناصح برباد کہہ رہا ہے

مَیں نے تو در دہی سے دُنیائے دل بسائی

✣ ✣ ✣

غزل

بے لوث جب نہ ہو تو عبادت کو کیا کروں
زاہد تری طرح میں تجارت کو کیا کروں

وہ سامنے ہیں اور میں پہچانتا نہیں
اللہ بیخودی محبت کو کیا کروں

یہ جانتا ہوں میں بھی کہ ہے عشق پُر خطر
ناصح مگر میں اپنی طبیعت کو کیا کروں

دیتا ہے کیوں تصورِ محبوب یہ فریب
وہ اب کہاں ہیں تلخ حقیقت کو کیا کروں

تیرے قفس میں آکے نہیں یادِ آشیاں
صیاد اس اسیریٔ اُلفت کو کیا کروں

جی چاہتا ہے غیر کو دوزخ بھی تو نہ دے

اللہ اس جنونِ رقابت کو کیا کروں

زاہد ہے بے نیاز مرا ذوقِ جستجو

مِل جائے بھی تو میں تری جنت کو کیا کروں

ہاں سچ ہے یہ کہ عشق میں کھوئی ہے میں نے عقل

ناصح نہیں سمجھ تو نصیحت کو کیا کروں

مجھ سے نہ وصل میں بھی مسرت سے نبھ سکی

میں اپنی غم پسند طبیعت کو کیا کروں

شکوہ تھا قدر جن کو نہیں ان پہ ہے کرم

فرمایا فاطمہ میں مروّت کو کیا کروں

غزل

خوش بو نسیمِ صبح میں ہے زلفِ یار کی
کچھ بڑھ گئی ہے روشنی شمعِ مزار کی

رُلوا رہی ہے سیر مجھے لالہ زار کی
تصویر ہے یہ میرے دلِ داغدار کی

جب سے گیا ہے پھیر کے مُنہ کوئی باغ سے
رنگینیاں بھی روٹھ گئی ہیں بہار کی

ہمدم تری نصیحت صبر و سکوں کی نذر
یہ دھجیاں ہیں دامنِ صبر و قرار کی

میں شکوہ تغافل اغیار کیا کروں
پروا نہیں ہے دوست کو جب حالِ زار کی

بیجا ہے مجھ پہ طنز میں بے حوصلہ نہ تھا
مَیں نے تڑپ کے داد دی قاتل کے وار کی

گِن گِن کے پائے ناز پہ ہوں سجدہ ہائے دل
حاجت نہیں ہے عشق کو ایسے شمار کی

مجبور ہو گیا ہوں کہ ناصح کے سامنے
تصویر کیسے کھینچ دوں میں حسن یار کی

وہ یاس ہے کہ کیفیتِ درد بھی نہیں
حالت ہے کچھ عجیب دلِ بیقرار کی

گُل پوش پارہ ہائے جگر سے ہیں تیلیاں
جب سے خبر سنی ہے قفس میں بہار کی

ریحانہ جا کے کون کہے بے نیاز سے
آجائیے کہ تاب نہیں انتظار کی

غزل

زاہد حریمِ دوست حرم میری لئے ہے
اب سجدہ گاہ نقشِ قدم میرے لئے ہے

کیوں غمگسار وقفِ الم میری لئے ہے
ان کی جفا بھی اب تو کرم میرے لئے ہے

مخصوص ہر جفا و ستم میری لئے ہے
کیا التفات یار یہ کم میرے لئے ہے

جنّت کی سب مسرّتیں زاہد کو بخشدوں
کافی ہے یہ کہ دوست کا غم میرے لئے ہے

باغِ ارم کے پھول مبارک اسی کو ہوں
گلہائے داغ خارِ الم میرے لئے ہے

ہوں شاد کہ ہے سب کے لئے رحم و توجّہ
لیکن یہ تغافل یہ ستم میرے لئے ہے

تسکین مل گئی ہے یونہی میری رشک کو
اللہ تو ہے سب کا صنم میرے لئے ہے

وہ دور ہوں تو کیا کروں جنّت کو فاطمہ
ہوں پاس تو دوزخ بھی ارم میرے لئے ہے

غزل

نادم وہ ہم کو دیکھ کے خاموش ہوگیے
روزِ حساب اشک خطا پوش ہوگئے

ان کی نگاہِ مست کا انداز کیا کہیں
ہم بیٹھے بیٹھے ہی بیخود و مدہوش ہوگئے

اپنی حریمِ ناز سے ہم کو اُٹھا دیا
پھر یہ ستم کہ آپ بھی روپوش ہوگئے

ہے روزِ حشر اور مرے سامنے نہیں
کیا آج بھی وہ وعدہ فراموش ہوگئے؟!

کیا جانے کتنے پارسا زاہد تری طرح
آنکھیں کسی کی دیکھ کے مَے نوش ہوگئے

اُٹھتا نہ ہم سے عشق میں عقل و خرد کا بار
اچھا ہوا کہ جلد سبکدوش ہوگئے

سننے بھی آئے نغمۂ اُلفت تو آہ کب
جب دل کی تار ٹوٹ کے خاموش ہوگئے

توبہ سے میری چاند کا منھ زرد پڑ گیا
بادل اسی کے غم میں سیہ پوش ہوگئے

صیّاد بن کے فکر سے آزاد کر دیا
رہبر بنے تو راہزنِ ہوش ہوگئے

ریحانہ تابِ دید دلِ ناتواں میں تھی
ان کی حیا کا پاس تھا بیہوش ہوگئے

غزل

مری نظروں سے اوجھل بحرِ اُلفت کا کنارا ہے
مگر اس بیکسی میں یاد کا ان کی سہارا ہے

انھیں کا نام یارب میرے ہونٹوں پر نہ آیا ہو
نہ جانے بیقراری میں کسے میں نے پکارا ہے

مری خاطر ہیں وہ خود بن سنور کر منتظر زاہد
تری خاطر اُنھوں نے اپنی جنّت کو سنوارا ہے

شرابِ عشق کی مینا گدازی اور دلِ نازک؟
نہ جانے کس طرح ساقی نے شیشہ میں اتارا ہے!

سفارش کیوں کروں تم سے میں اپنے بیوفا دل کی
مرے پہلو میں ہے لیکن ازل ہی سے تمھارا ہے

مجھے اس درجہ پیارا ہے تمھارا غم کہ جو آنسو
تمھاری یاد میں نکلے مری آنکھوں کا تارا ہے
کوئی یوں بے خودی میں کہہ اُٹھا ما اعظم شافی
کہ کس کو ہوش اُلفت میں یہ میرا یہ تمھارا ہے
بتوں کے سامنے جھکتا رہا میں عمر بھر لیکن
اُسے نزدیک پایا ہے اگر میں نے پکارا ہے
محبت کی شہنشاہی میں ہے خونی کفن خلعت
گلے کا ہار ہے پھندا تو سر کا تاج آرا ہے
سہل انگاریوں سے عشق میں ہمدم نہیں نبھتی
مری ہمت کو ہر تازہ مصیبت نے اُبھارا ہے
جُھکا ہے میرا سر جس آستانِ حُسن پر اس کا
ہر اک ذرہ جبینِ عشق کا روشن ستارا ہے

شب مہتاب اور کالی گھٹاؤں سے تو کیا ہوتا
مگر توبہ شکن ساقی کی آنکھوں کا اشارا ہے

پشیمانی ہے ریحانہ انھیں کیوں بے نیازی پر
کہ اُن کے ناز کی توہین مجھ کو کب گوارا ہے

غزل[1]

ہم جارہے ہیں آج دیارِ حبیب کو
جی چاہتا ہے چوم لیں اپنے نصیب کو

بُلوالیا ہے دوست نے در پر غریب کو
آتا نہیں یقین دلِ غم نصیب کو

خود جانتے ہیں ہم کہ ہے دیدار میں شفا
معلوم کیا علاج ہمارا طبیب کو

ناصح نہ کہہ کہ راہ سفر کی طویل ہے
کیا عشق دیکھتا ہے بعید و قریب کو

جھکتا ہے دل وہاں تو ہے ریحانہ کیا گناہ
کعبہ جو کہہ بھی دوں میں دیارِ حبیب کو

[1] آستانہ شیخ گیسو پور شریف جاتے ہوئے ریل میں کہی گئی۔

غزل

ساقی کا لیں عتاب ہم کیوں یہ سہیں عذاب ہم
چھوڑ دیں اب شراب ہم ایسے نہیں جناب ہم

دست بکار دل بہ یار سچ ہے کہ ہو نہ آشکار
رازِ درونِ حالِ زار لائیں گے کبھی یہ تاب ہم

حشر میں جب پڑی نظر ہوش کا پھر کہاں گزر
رہ گئے دل کو تھام کر دے نہ سکے حساب ہم

عشق سے روشن حسیں چاند میں وہ ضیا نہیں
ہو گیا جب سے دل نشین بن گئے آفتاب ہم

دل میں ہو ایک ہی کی چاہ غیر پہ کیوں پڑے نگاہ
عشق میں شرک ہے گناہ دیں اسے کیا جواب ہم

خشک ہے آنسوؤں کا ہار کیا کریں اس پہ اب نثار
آئی جو آج یادِ یار، ہو گئے آب آب ہم

چارہ گرو ذرا کرم ہیں یہ تسلیاں ستم
آہ یہ دل اور ان کا غم لائیں کہاں سے تاب ہم

ہو گا وہ رشکِ ماہ پاس ٹوٹ گئی ہے اب یہ آس
کیا کہیں کیوں ہوئے اداس دیکھ کے ماہتاب ہم

وعدے کئے چھپے رہے، دل نے یہ ظلم سب سہے
حشر میں رشک سے جلے دیکھ کے بے حجاب ہم

نغمۂ دل سنائیں کیا رو چکے اب رلائیں کیا
بزم میں لے کے جائیں کیا، ٹوٹا ہوا رباب ہم

جب کبھی چھوڑ کر ستم، پردہ اٹھا ہوا اکرم
غیرتِ عشق کی قسم بن گئے خود نقاب ہم

جب سے پڑی ہے وہ نگاہ فاطمہ ہیں ہی گواہ
ہم ہیں حریفِ نجم و ماہ غیرتِ آفتاب ہم

غزل

تجھ سے اچھا ہے حرم اے دوست گستاخی معاف
اُف رے تیرا ناز کرنے ہی نہیں دیتا طواف

بدگماں ہے غیر کو دیکھے تو شائد لوٹ جائے
دل غبارِ آرزو سے کر رہا ہوں پاک و صاف

ساقیا ہونٹوں سے پیمانہ لگا لیتے ہیں ہم
جس طرح کعبہ کا حاجی چوم لیتے ہیں غلاف

آہ یہ اعزاز میری بیخودیٔ عشق کا
خود نگاہِ ناز نے آکر کیا دل کا طواف

ہائے یہ بے اختیاری داد خواہی ہو چکی

ان کو دیکھا اور خود کہنے لگا اپنے خلاف

مونہہ لگا سکتی نہیں کم ظرف کو خود بھی شراب

جی میں آتا ہے کہ کہدوں محتسب سے صاف صاف

یاد آتا ہے حرم میں بھی وہ عہدِ کفرِ عشق

دل کیا کرتا تھا جب سجدوں میں بھی ان کا طواف

میکدے سے واعظا ساقی کا یہ اعجاز سیکھ

پڑ گئی اس کی نظر اور ہٹ گئے دل کے غلاف

ہائے مرے آہ کیا نہ کروں کس سے تغافل کا گلہ

ہو گیا ہے عشق میں خود میرا دل میرے خلاف

٭ ٭ ٭

غزل

آکہ نذرِ دردِ اُلفت ہر خوشی کرتے ہیں ہم
آکہ اب خوں آخری ارماں کا بھی کرتے ہیں ہم

ضبطِ غم سے بن چکا ناسور بھی زخمِ جگر
ان کو شکوہ ہی رہا پردہ دری کرتے ہیں ہم

آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو پوری نہ ہو
اُف تمنا کس قدر حسرت بھری کرتے ہیں ہم

روٹھ جاتا ہے ہمیں سے بیوفا بے دردِ دل
بھول کر بھی ان کا شکوہ جب کبھی کرتے ہیں ہم

اس کو لیجاتے ہیں باتوں میں لگا کر یار تک
حضرتِ ناصح سے اب یہ دل لگی کرتے ہیں ہم

غیر سے کہکر کریں کیوں حالتِ دل آشکار

تجھ سے ہی فریادِ رنج و بیکسی کرتے ہیں ہم

ہنس رہے تھے یوں کہ افشا ہو نہ رازِ دردِ دل

چارہ گر سمجھے کہ اظہارِ خوشی کرتے ہیں ہم

ظُلم تو دیکھو کہ وہ ہمکو سزا دیتے نہیں

کہہ رہے ہیں جُرمِ اُلفت سے بری کرتے ہیں ہم

کون کہلاتا ہے اس پردے میں اپنی داستاں

کیا بتائیں قیصری کیوں شاعری کرتے ہیں ہم

ہمیں بتا دیجئے

غزل

آہ میں نے بیخودی عشق کو رسوا کیا
ہوش آنے پر پشیماں ہوں یہ میں نے کیا کیا

میری حالت کا ہر اک کے سامنے چرچا کیا
چارہ گر نے اور میرے درد کو رسوا کیا

واعظِ ناداں کہتا ہے کہ یہ بھی کفر ہے
جب کہا اُس نے خدا محبوب میں سمجھا کیا

کیا بتاؤں تجھ سے ہمدم اپنی مجبوری کا حال
اُن کے وعدوں کو ہمیشہ سچ ہی میں سمجھا کیا

ہے بجا اس کی شکایت میں نے کیوں فریاد کی
دوست نے تو خیر جو کچھ بھی کیا اچھا کیا

درد بنکر رہ گئے وہ اشک جو ٹپکے نہ تھے

میں رہا خاموش لیکن میرا دل تڑپا کیا

کچھ نمائش حسن کی منظور تھی رحمت کی کچھ

پوچھ لے ہم سے یہ کوئی حشر کیوں برپا کیا

خود مری نظروں سے پوشیدہ تھا میرا رازِ عشق

آپ نے محفل میں اس کو جھینپ کر افشا کیا

غمگساروں نے سنا رو رو کے میرا حالِ دل

دوسروں کے سامنے ہنس ہنس کے پھر چرچا کیا

کیوں نگاہِ دوست برگشتہ ہے اب فریاد پر

اس نے اس کم ظرف دل میں درد کیوں پیدا کیا

اب تو باقی ہی نہیں دل میں تمنا کی تڑپ

مدتوں آنکھوں سے خونِ آرزو برسا کیا

پھوٹ نکلے داغِ دل سے جب کبھی انوارِ عشق
ہم نے ریحانہ تماشائے یدبیضا کیا

اظہار کرامت

ہر چند دل تھا عشق سے لبریز سوز و ساز
لیکن عیاں کیا نہ کبھی رابعہؓ نے راز
تھے آپ ہی کے عہد میں درویش بھی کوئی
اپنی کراموں پہ بھروسا تھا اور ناز
یہ سوچکر چلے کہ دکھائیں کچھ ایسی بات
ہو بی بی رابعہؓ پہ عیاں جس سے امتیاز
دریا پہ جاکے اپنا مصلّے بچھا دیا
ان کو دکھاکے شان سے پڑھنے لگے نماز

فارغ ہوئے تو ہو گئے حیراں یہ دیکھ کر
دوشِ ہوا پہ رابعہ ؓ ہیں مثلِ شاہباز
سجدے سے سر اٹھا کے اتر آئیں آپ بھی
فرمایا شعبدوں سے تو آجائیے گا باز

جو کچھ کیا ہے میں نے وہ کرتی ہیں طیر بھی
حاصل نہیں ہے آپ کو مچھلی سے امتیاز
مشہور خلق میں ہو نہیں اس کی آرزو
اللہ کا ولی ہے کرامت سے بے نیاز

کسی کو دے کے جان و دل غمِ جاناں خرید لے
قسم ہے درد و فرقت کی بہت ارزاں خرید لے

محویتِ عشق

یادِ مولیٰ میں کچھ ایسی گم تھیں بی بی رابعہ رضؓ
ذکر و فکر و شغل سے فرصت نہ تھی اک آن کی

کچھ تعجب سے کسی نے ایک دن آکر کہا
ہم بُرائی آپ سے سنتے نہیں شیطان کی

ہنس کے فرمایا بُرا ہے وہ مگر میں کیا کروں
وقت بچتا ہی نہیں توصیف سے رحمٰن کی

وہ بُرائی بدترینِ خلق کی کرتی نہ تھیں
اور بدگوئی کیا کرتے ہیں ہم انسان کی

وہ دلِ مومن کہ جس میں غیر کی جا ہی نہ تھی
عشق سے خالی ہے بازی گاہ ہے شیطان کی

حضرت شبلیؒ کی عید

عجب دیکھا یہ روزِ عید کچھ لوگوں نے نظارہ

پریشاں بال ہیں شبلیؒ کے غم سے آنکھ پُر نم ہے

لباسِ ماتمی ہے زیبِ تن اور زرد ہے چہرہ

کوئی یہ پوچھ بیٹھا عید کے دن کس کا ماتم ہے

بھر آئے آنکھ میں آنسو یہ سُنکر اور فرمایا

کہ ہے مخلوق اس محبوب سے غافل یہ کیا کم ہے

مصیبت ہی یہ کچھ ایسی ہے جس پہ خون روتا ہوں

زباں کس طرح کہہ سکتی ہے میرے دل کو جو غم ہے

ہماری عید جب ہوتی کہ ہر دل میں وہی ہوتا

ارے غافل دلِ ویران مومن کا یہ ماتم ہے

نذرِ عشق

تعمیر کر رہے تھے براہیمؑ حق کا گھر
سنگِ گراں تھی سر پہ عیاں زباں پر

مصروف رہتے کام میں سو وقت تک جناب
چھا جائے رات اور چمکنے لگے قمر

لیکن یہ دیکھتے تھے کہ ہر روز صبح کو
پھر مل چکا ہی خاک میں محنت کا سب ثمر

دیوار گویا وصل کی تدبیر ہو گئی
بن بن کے زلفِ یار کی صورت گئی بکھر

سوئے تو دیکھتے ہیں کہ کہتا ہی یہ کوئی
گر قرب چاہتا ہی تو قربانیاں بھی کر

کی عرض بے نیاز میری پاس ہی ہی کیا
اک دل ہے میری سینے میں وہ بھی ہی تیرا گھر

بیدار ہو کے ذبح کئے اونٹ آپ نے
پھر کیں قبولیت کی دعائیں جھکا کے سر

یہ خواب دیکھتے تھے جنابِ خلیلؑ روز
کرتی تھی ذبح اونٹ لٹاتے تھی مال و زر

ہو ہو کے بیقرار یہ کرتے تھی عرض آپ
یارب مرے خلوص میں باقی نہیں اثر

ہر چند بے نیاز تری ذاتِ پاک ہی
میری کریم اب مری محنت قبول کر

آئی ندا یہ خواب میں محبوب کے لئے
وہ چیز چاہیئے کہ ہو سب سے عزیز تر

دیکھا یہ خواب ہی میں کہ کرتے ہیں ذبح آپ
اور اُس کو زندگی کا ہی جو اولیں ثمر

معلوم تھا کہ وحی الٰہی یہ خواب ہے
مطلوب اب خدا کو ہوا ہے میرا پسر

فرصت کہاں خلیلؑ کو پھر غور و فکر کی
تعمیل حکم کے لئے توفیق مانگ کر

جا کر یہ خواب کہدیا بیٹے سے آپ نے
اور سن لیا ذبیحؑ نے بیخوف و بے خطر

فرمایا آپ نے کہ تری جان کی قسم
مجبور اس کے حکم سے ہے اب ترا پدر

اس وقت بوڑھے باپ کا مت ساتھ چھوڑنا
میری نظر کے نور مرے راحتِ جگر

سُن کر دیا جواب کہ کیوں فکرمند ہیں
ڈرتا نہیں ہے موت سے اب آپ کا پسر

لپٹا لیا یہ سُن کے مسرت سے آپ نے
پھر چوم لی جبینِ منوّر بچشم تر

دونوں چلے پھر ایسی جگہ کی تلاش کو
ہوتا نہ ہو جہاں کبھی انسان کا گذر

⁂

شیطان کو یہ علم ہوا جب تو جل گیا
اس امتثالِ امر پر اس ذوقِ عشق پر

کہنے لگا یہ آپ سے میں بھی تو کچھ سنوں
بیٹے کو ساتھ لیکے چلے ہیں بھلا کدھر

اچھا سمجھ گیا کہ ارادہ کہاں کا ہے
جو جی میں آئے کیجئے لیکن یہ سوچکر

نمرود کی یہ آگ نہیں ہی جنابِ من
ہے آتش فراقِ پسر اس سے تیز تر

تعمیل حکم آپ بہت کر چکے حضور
شعلوں میں گھس کے چھوڑکے ویرانہ میں پسر

اب عمر آخری ہے ذرا کیجئے خیال
قربانیوں میں کیا ابھی باقی ہی کچھ کسر

نفرت سے آپ نے یہ کہا سن کر ای لعین
تیری شرارتوں سی نہیں ہوں میں بے خبر

سوچا یہ اُس نے بھی کہ خموشی میں خیر ہی
غصہ سی مجھ پہ ڈال نہ دیں یہ کہیں نظر

پھر جا کے ہاجرہؑ سے یہ کہنے لگا کہ سُن
جاتا ہے ذبح کرنے کو شوہر ترا پسر

سٹھیا گئے ہیں قتل کرینگے غریب کو
آتا نہیں ہے ترس بھی ننھی سی جان پر

پہچان کر یہ ہاجرہؑ بولیں کہ دور ہو
میں خوب جانتی ہوں کہ ہی یہ بھی تیرا شر

ناکام و نامراد چلا پھر اسی طرف
لیکن نہ مل سکا اسی کوشش کا کچھ ثمر

* * *

ویرانہ میں پہونچ کے کیا عزمِ نذرِ عشق
اللہ کے خلیلؑ نے سینہ کو تھام کر

آنکھوں پہ فکرِ غیر سی جب پٹیاں بندھیں
پھر تیغِ عشق یار ہوئی خود ہی تیز تر

تنہا اسیرِ عشق بھی تیار ہو گیا
خود رسیوں سے باندھ لئے اپنے بال و پر

ساقی یہ جام جس طرح سرکش کی سمت جائے
یوں لے کے تیغ بیٹے کی جانب چلا پدر

خنجر چلا کے شکر براہیم نے کیا
کہنے لگے یہ دوست ہے سجدے میں رکھ کے سر

یہ نذر آستانِ الٰہی قبول ہو
حاضر ہے بیشمار دعاؤں کا یہ ثمر

غیرت کے انتقام سے رکھنا پناہ میں
گر پڑ گئی ہو اس پہ محبت کی اک نظر

رونے لگے یہ دیکھ کے افلاک او زمین
پھٹنے لگے فلک پہ فرشتوں کے بھی جگر

کی عرض بارگاہ جلیل و کریم میں
بس اب تو رحم کیجئے اپنے خلیلؑ پر

آیا جواب دیکھ لیا میری دوست کو
کرتا ہی ناز ایسے ہی سجدوں پہ میرا در

فرمایا پھر خلیلؑ سے اب سر اٹھا کے دیکھ
ہاں پٹیاں ہٹا کے ذرا آنکھ کھول کر

دیکھا کہ زیرِ تیغ ہے دنبہ رکھا ہوا
حلقوم پر ذبیحؑ کے کچھ بھی نہیں اثر

آئی صدا کہ دوست ترا بے نیاز ہے
ہم دل ہی دیکھتے ہیں مبارک تجھے پسر

ہر شے سے عیاں ہے نور ترا ہر حُسن میں تیرا جلوا ہے
پھر کیسی حیا مشتاقوں سے یہ آخر کیسا پردا ہے

واعظ یہ قیامت کے قصے ہم مست الست نہ سمجھیں گے
یاں حشر جو دل میں میثاق کے دن سے برپا ہے

میں تجھ سے بتاؤں کیا ہمدم جو عشق میں ہوتا ہے دل پر
آہوں کا دھواں بھی ہو نہ سکے یوں چپکے چپکے روتا ہے

وہ پاس بھی ہے اور دور بھی ہے ظاہر بھی ہی مستور بھی ہی
ہے دردِ محبت دل میں وہی آنکھوں میں سما کر پردا ہے

میں تیرے حرم کے آگے بھی اب سر کو جھکاؤں نا ممکن
ہاں سامنے آ مسجود مرے کب غیر کو جائز سجدا ہے

ہے اُن کی امانت درد مرا ہمراز کسی کو کیوں کرتا

معلوم نہیں آنکھوں کو بھی دل ہجر میں کیسا تڑپا ہے

ہر شام کہا یہ تاروں سے کچھ ان کا پتہ بھی ہے تم کو

ہر صبح یہ آنکھوں سے پوچھا کیا خواب میں ان کو دیکھا ہے

اس نام سے شاید پا جائیں کچھ فیض یہ دنیا والے بھی

اچھی ہی ہے میری رسوائی ہر لب پر اُن کا چرچا ہے

یا حق کا عیاں ہو راز کوئی یا کفر کا فتویٰ مل جائے

کہدوں جو کسی سے ریحانہ اس وقت مرے دل میں کیا ہے

حضرت ابو عثمان حیری کا

حِلم

(۱)

جاتے تھے حضرتِ ابو عثماں کسی طرف
گھوڑے پہ تھے سوار زمیں بوس تھی نگاہ
اکدم کسی نے پھینک دی حضرت کے سر پہ راکھ
اور ہو گیا جناب کا ملبوس سب سیاہ
سجدہ کیا جناب نے اور راکھ جھاڑ دی
شکوہ تو کیا زبان پہ فریاد تھی نہ آہ
پوچھا کسی نے، آپ نے کچھ بھی نہیں کہا
گستاخ بدتمیز کو ۔ ہو جائے وہ تباہ

فرمایا کس طرح ہو خفا کوئی راکھ پر
ہوں مستحقِ نارِ جہنم اگر گناہ
میں نے کیا ہے سجدۂ اظہارِ شکر یوں
ہے کس قدر کریم وہ بندہ نواز۔ آہ

(۲)

کسی نے ایک دن حضرت ابو عثماں کی دعوت کی
مگر تھی آزمائش آپ کے حلم و شرافت کی
پہونچتے ہی ابو عثمان کے اس نے کہا آکر
کہ میں مجبور ہوں خاطر نہیں کرسکتا حضرت کی
ذرا ہی دور پہنچے تھے کہ پھر یہ کہہ کے بلوایا
کریں منظور جو توفیق ہے اس وقت خدمت کی
کئی بار اس طرح بلوا کے پھر لوٹا دیا لیکن

عیاں کوئی علامت ہی نہ تھی رُخ سے شکایت کی

بالآخر گر پڑا وہ شخص ان کے پاک قدموں پر

کہا رو کر کہ حضرت آزمائش تھی مروّت کی

تعجب خیز ہے واللہ یہ اخلاق حضرت کا

کروں کس طرح میں تعریف حلم و حسن سیرت کی

یہ فرمایا کہ کُتّے بھی یہی اوصاف رکھتے ہیں

بھلا کیا بات ہے عثمان میں ان سے فضیلت کی

بُلایا تو چلے آئے ہٹایا ہٹ گئے فوراً اُو،

کبھی کتّوں نے بھی انسان سے آکر شکایت کی؟

دیکھا یہ ایک روز جنابِ جنیدؒ نے — (بغداد کے تھے آپ بڑے صاحبِ کمال)

لٹکا دیا ہے دار پہ لوگوں نے چور کو — محفوظ دستبرد سے ہوں تاکہ جان و مال

حضرت نے جا کے چوم لئے پاؤں چور کے — لوگوں نے عرض کی کہ ذرا کیجئے خیال

آپ اور ایسے شخص کا اعزاز یوں کریں؟ — سمجھا گیا ہے دار کے قابل جو بد خصال

فرمایا احترام کے قابل وہ شوق ہے — خطرے سے جان کے کبھی نہ ہو جس میں کچھ زوال

دیدی ہے اس نے جان بھی چوری کے شوق میں
یہ شخص ہے ہمارے لئے عزم کی مثال

*   *

غزل

ساحل کی بحرِ عشق میں حسرت نہیں رہی
اب مجھ کو ناخدا کی ضرورت نہیں رہی

آنسو بہاؤں اس کی بھی طاقت نہیں رہی
ہر وقت روتے رہنے کی عادت نہیں رہی

باقی نہیں ہے اب دلِ مایوس میں تڑپ
ہر لحظہ منقلب مری حالت نہیں رہی

وجہ سکونِ دل نہیں اُمیدِ موت بھی
ہر چند زندگی سے محبّت نہیں رہی

مفہوم سے سرور کے ناآشنا ہوں میں
اب اُن کے ذکر میں بھی مسرت نہیں رہی

مانوس ہو چکے ہیں ستم ہائے یار سے
اب اُن کے التفات کی حاجت نہیں رہی

فریاد کی کہ آہ بھی کرتے نہیں کبھی
ہر بات پر کسی سے شکایت نہیں رہی

غیرت یہ عشق کی کہ نہ دیکھوں میں خود انھیں
وہ اپنے آپ سے بھی رقابت نہیں رہی

کر دی تھیں جس نے محو حقیقت کی تلخیاں
وہ جنّتِ خیال کی دولت نہیں رہی

آیا نہیں ہے ہوش مگر بیخودی نہیں
سرشاریٔ شرابِ محبت نہیں رہی

ہیں شعلہ ہائے عشق بھی خاموش اور سرد
افسردہ دل میں کوئی حرارت نہیں رہی

محسوس ہو رہا ہی یہ [illegible] آجکل
گویا کہ یار سے بھی محبت نہیں رہی

غزل

انھیں دیکھ کر اسطرح کھو گیا ہوں
کہ میں پرتوِ حسنِ خود ہو گیا ہوں

تمنا کے ہاتھوں سے دامن چھڑا کر
میں اب اس کی گودیں سو گیا ہوں

سنے وہ تو خود چھوڑ دے مجھکو حاجی
کہ در چھوڑ کر میں حرم کو گیا ہوں

نہ کچھ ہوش اپنا نہ پروائے منزل
مرے رہنما میں کہاں کھو گیا ہوں

کہاں چین مجھ کو گلستاں میں ہمدم
یہاں آکے میں بار بار رو گیا ہوں

میں تنہائی شب میں اشکوں کے تارے
محبت کے گلزار میں بو گیا ہوں

ذرا محتسب پوچھ لے اس نظر سے
کہ مدہوش میں کسطرح ہو گیا ہوں

نہ جاگوں گا جبتک نہ وہ خود جگائیں
یہی ٹھان کر گور میں سو گیا ہوں

مجھے خود کسی کی نظر ڈھونڈتی ہے
کچھ اسطرح نظارہ میں کھو گیا ہوں

نظر پھیر لی جب سے تسنیمؔ اس نے
میں خود زندگی سے خفا ہو گیا ہوں

غزل

ظاہر ہوئے تو نورِ مبیں ہو کے چھا گئے
چھپنا ہوا تو درد بنے دل میں آ گئے

آنکھوں پہ اشک لب پہ تبسم زباں خموش
بلبل کو پھول طرزِ محبت سکھا گئے

منظور مجھ سے خواب میں جب دل لگی ہوئی
وہ صورتِ رقیب کے پردے میں آ گئے

ان آنسوؤں کو کیا کہوں چاہا نہ تھا مگر
آنکھوں کو میرے درد کا قصہ سنا گئے

تجھ کو بتاؤں کیا مجھے خود بھی خبر نہیں
ہمدم وہ کس طرح مرے دل میں سما گئے

وہ دے رہی تھی جام تو غیروں ہی کو مگر
کیا جانے کس طرح مجھے بیخود بنا گئے

میں روتی روتی چپ ہی ہوا تھا کہ چارہ گر
اپنی تسلیوں سے مجھے پھر رلا گئے

شرما کے چھپ گئے ہیں وہ ریحانہ آج کیوں
کیا رازِ عشق وہ مری آنکھوں میں پا گئے

~~~ ⁂ ~~~
~~~

تضمین بر غزل مرشدی و مولائی ادام اللہ فیضہم

ملے منزل کسی کو منحصر حکم خدا پر ہے
عیاں ہر پیچ و خم رستے کا لیکن رہنما پر ہے

پتہ مقصود کا تحریر اُن کے نقش پا پر ہے
وسیلہ حق سے ملنے کا جماعت پیشوا پر ہے

ہمارا خاتمہ بالخیر اک اُن کی رضا پر ہے

نہیں ملتا کبھی مقصود یوں کہدو یہ زاہد سے
پتہ خط بھیجنے والے کا پوچھو اس کے قاصد سے

نشان منزل کا رہرو پہ ہے مسجد کا ساجد سے
عبث اے ناصحا تو روکتا ہے عشق مرشد سے

جو شیدا اپنے مرشد پر ہے وہ عاشق خدا پر ہے

فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے جب دیوانۂ مرشد
وہ ہر سو دیکھتا ہے جلوۂ مستانۂ مرشد

نمازوں میں کہا کرتا ہے پھر افسانۂ مرشد
ہمارا حج اکبر ہے طواف خانۂ مرشد

صفا پر ہے نہ مروہ پر نہ عرفات و منیٰ پر ہے

بھلا تاب نظارہ آج کیسی ہو گی خلقت کو
مجھے رفتار سے ڈر ہے بلا لیگی قیامت کو

ملک بھی آسمانوں سے اتر آئے زیارت کو ‏ ‏ چلے ہیں بن سنور کر آج خلقت کی ہدایت کو

بلائیں لیتی ہے رحمت وہ جوبن مہ لقا پر ہے

کہوں کیا جو مری کمزور دل پر ہجر میں بیتی ‏ ‏ پشیمانی تمھیں ہوگی اگر میں نے شکایت کی

سنانی کو جگر لاؤں کہاں سے سوچ لو خود ہی ‏ ‏ بیاں میں کر نہیں سکتا تمھارے سامنے کچھ بھی

ہجوم دردِ فرقت جو دلِ اندوہ زا پر ہے

قیامت ہے ادا ہر ایک ہر انداز قاتل ہے ‏ ‏ ہزاروں دلربا انداز ہیں پہلو میں اک دل ہے

تیرے تیرِ نظر کا اک زمانہ آج گھائل ہے ‏ ‏ کہیں ہم کیا تری کس کس ادا پر دل یہ مائل ہے

تری ترچھی نگاہوں پر تری بانکی ادا پر ہے

ترے دیدار کی امید سے بہلا رہے ہیں ہم ‏ ‏ نہیں ہوتی مگر مایوس دل کی بیقراری کم

سنبھلتا گو نظر آتا نہیں اب یہ مریضِ غم ‏ ‏ سنا دی قُم باذنی ہے دمِ آخر مسیحا دم

ہماری زندگی تیرے لبِ معجز نما پر ہے

علاجِ دردِ دل کچھ ہے اگر اب تو وہی صورت ‏ ‏ ہر اک شے میں ہوئی ہے جلوہ گر اب تو وہی صورت

ہی میری سامنے دیکھوں جدھر اب تو وہی صورت
نمازوں تک میں آتی ہی نظر اب تو وہی صورت

ہر اک سجدہ ہمارا نقشِ پائے دلربا پر ہے

چلے ہیں حضرتِ ناصح مجھی پھر آج سمجھانے
مگر میں کیوں سناؤں دردِ دل کے اُن کو افسانے

جو مجھ پر بیتتی ہی ناشناسِ درد کیا جانے
کوئی گر زخمیٔ تیغِ محبت ہو تو پہچانے

تری دوری میں جو صدمہ مریدِ بے نوا پر ہے

عبادت ہو محض جنت کی خاطر میں نہیں قائل
کہ ہو جاتا ہی اخلاصِ محبت اِس طرح زائل

تجھی سی مانگتا ہی تجھ کو اے آقا ترا سائل
نہ جنت پر نہ حوروں پر نہ غلماں پر ہے دل مائل

ترے شوقِ عبادت پر ترے ذوقِ دعا پر ہے

گناہوں سی درخشاں تر ہی اُسکی رحمتوں کا نور
نہ بخشے وہ کسی کو مغفرت کی شان سی ہی دور

ہے زاہد نیکیوں پر اور ہم رحمت پہ ہیں مغرور
گنہگاروں سی کیوں نفرت ہی واعظ کو بھلا منظور

ظہورِ شانِ رحمت منحصر جرم و خطا پر ہے

غزل

کانپ اُٹھتی ہے جہنم سوز کا یہ حال ہے
یہ شرابِ عشق بھی اک آتشِ سیال ہے

ہر گھڑی تیری جدائی میں مجھے اک سال ہے
کیا بتاؤں اور جو کچھ میرے دل کا حال ہے

چھوٹ جانے کی تمنا اور اسیرِ زلفِ یار۔؟
طائرِ دل آ کے خود پھنستے ہیں یہ وہ جال ہے

کیوں نہیں دیتا شرابِ عشق ساقی کریم۔
ہاں مگر میرے ہی پیمانے میں کوئی بال ہے

کیجئے ناصح کسی سے اور یہ تلقینِ ضبط
صبر میرے دل میں گویا آب در غربال ہے

شیخ آخر کیوں خفا ہے اس ذرا سے فرق پر

قال ہے جو مدرسہ میں میکدے میں حال ہے

رونقِ دل ہے مرے پہلو میں داغِ عشق یوں

وجہ زیبائش کسی کے رُخ پہ جیسے خال ہے

اس میں پھنسکر عشق کی پرواز ممکن ہی نہیں

ہاں سنبھل کر اے دلِ ناداں تمنا جال ہے

ہائے ریحانہ طلبگارِ وفا ہے میرا دل

اور عصرِ نو میں اس جنسِ گراں کا کال ہے

* * *

غلط ہے یہ کہ سرگشتہ ستمگر ہے وہ جسم پُر سیم

سچ تو یہ ہے کہ دلِ ناداں میں تاب نہیں

ہو کس سے ظلم کا شکوہ کہ وہ معصوم ہوتے ہیں
ہم اپنے دل کے ہاتھوں آپ ہی مظلوم ہوتے ہیں

میرے زخموں میں رہ رہ کر کسک اب یوں نہیں ہوتی
کہ خنجر بھی کسی کے جُزوِ دل معلوم ہوتے ہیں

نہ دیکر روک لینا در پہ یہ اس کی عنایت ہے
وگرنہ اس کے سائل کیا کبھی محروم ہوتے ہیں

کرم اے میرے عالی ظرف اب بھی ہر مصیبت پر
مرے لب صرفِ شکوہ سنجیِ مقسوم ہوتے ہیں

ہیں مخصوصِ کرم کیوں غیر پہ شکوہ نہیں لیکن
سہا جاتا نہیں جب ظلم سے محروم ہوتے ہیں

ہوئے ہیں جلوہ گر جو روزِ محشر عرش کے اوپر
بجانے کیوں مجھے دیکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں

سلیمانِ دیارِ عشق وہ تیری حکومت ہے
کہ باغی دل ترے اخلاق سے محکوم ہوتے ہیں

کوئی کہدے کہ میں کم ظرف تھا فریاد کر بیٹھا
ہوا ہی کیا ہے مجھ کو آپ کیوں مغموم ہوتے ہیں

نصیحت چھوڑ بھی ناصح کہ راہِ عشق میں رہرو
متاعِ عقل و ہوش و صبر سے محروم ہوتے ہیں

قسم ہے بے نیازی کی مجھے اچھا نہیں لگتا
وہ میری بیکسی پر بھی اگر مغموم ہوتے ہیں

جو کر لیتا ہوں اکثر ان کے دھوکے میں ہر اک در پر
وہ بے تابانہ سجدے کس قدر معصوم ہوتے ہیں

سزا ملتی ہے ترحمانہ انھیں جرم محبت کی
وگرنہ چاہنے والے سبھی معصوم ہوتے ہیں

غزل

مقصود ہے ناصح اُس کی طلب ہر سعی طلب ناکام سہی
جانا ہی پڑے گا اُس کی طرف گُم ہو جانا انجام سہی

وہ سب کا ہے تو مجھ کو کیا الطاف بھی اُس کے عام سہی
اپنا ہی اُسے میں کر لوں گا ہمدم یہ خیالِ خام سہی

اے دوست محبت کا بدلہ دنیا بھی نہیں عقبیٰ بھی نہیں
ہاں وہ بھی نہیں اس کی قیمت فردوس ترا انعام سہی

بیتاب ہے شانِ رحمانی اظہار کو اس پر ترس تو کھا
ہر چند تڑپتے رہنا ہی مجبورِ وفا کا کام سہی

ہے مجھ سے خفا غیرت اُس کی اے کاش یہ سمجھا دیتا کوئی
ہوتا ہے مخاطب میرا وہی ہونٹوں پہ کسی کا نام سہی

ہم نے باندھا ہے سر سے کفن اور کرتے ہیں طوافِ صنم
ہاں دوش پہ تیرے شیخ حرم کعبہ کے لئے احرام سہی

غیرت کو گوارا جب نہ ہوا محشر میں بھی یہ کہنا ہی پڑا
اب دل میں سمٹ کر آجاؤ دیدار تمھارا عام سہی

للہ ستم تو رہنے دو مخصوص دلِ بیکس کے لئے
اغیار کا دل بھی رکھنا ہے تو لطف سہی اکرام سہی

ہم تشنہ لبوں کو ریحانہ کافی ہے ہمارا خونِ جگر
ہر چند تمنا کے ہاتھوں میں عیش کا رنگیں جام سہی
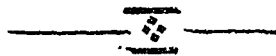
درِ محبوب پر گھائل کئی چتون کے بیٹھے ہیں
مٹا کر ہم بھی جان و دل دھنی ہیں من کے بیٹھے ہیں

نجانے کتنے موسیٰ طالبِ دیدار ہیں اُس کے
برہمن بتکدے میں منتظر درشن کے بیٹھے ہیں

یہ میری بیکسی نے کہدیا کیا بے نیازی سے
کہ وہ خاموش سرہانے مری مدفن کے بیٹھے ہیں

ہوں شائد بجلیاں بھی ابر کے دامن میں آسودہ
جلا کر چند دانے آج ہم خرمن کے بیٹھے ہیں

مصیبت سر جھکاتی ہے ہمارے عزم کے آگے
کہ ہم بحرِ حوادث میں بھی اکثر تن کے بیٹھے ہیں

الٰہی خیر میں نے تو نہیں کی آہ بھی اب تک
نہ جانے آج کیوں خاموش ہیں اور تن کے بیٹھے ہیں

جناب محتسب بھولے سے آ نکلے تو کچھ دیکھیں
یہ حضرت میکدے میں پارسا کیوں بن کے بیٹھے ہیں

زمانے کو نہ دُہرانا پڑے پھر طور کا قصہ
بہت نزدیک آ کر آج وہ چلمن کے بیٹھے ہیں

مری خوئے وفا سے بدگمانی ہے یہ ریحانہ
خفا تھے بے سبب لیکن وہ خود کیوں من کے بیٹھے ہیں

نظر اٹھا نہ سکے تاب دید لا نہ سکے
حجاب ان کی تجلی کا ہم اٹھا نہ سکے

نہیں ہے عرش بھی حامل کسی کے حسن کامل کا
کہ آئینہ بنے یہ کام ہے انسان کے دل کا

تجلیٔ رُخِ لیلیٰ نہ مجبورِ نمائش ہو
نگاہِ قیس خود پردہ اُلٹ دی بڑھ کے محمل کا

کرم کرنے نہیں آتے تو تڑپانے چلے آئیں
سُنا ہے خوب ہوتا ہے تماشہ رقصِ بسمل کا

سما سکتے نہ تھے جو لامکاں کی وسعتوں میں بھی
لیا آغوش میں اُن کو یہ دیکھو حوصلہ دل کا

ترے قربان ساقی آج تو نے کس طرح دیکھا؟
کہ اک دم ہو گیا ہے اور ہی کچھ رنگ محفل کا

مری سیری نہ ہوگی اب تو فردوسِ بریں لیکر
کہ تیرے واسطے پھیلا ہے دامن تیری سائل کا

ہے اتنا خوں بہا کافی کہ ہر ہر قطرۂ خوں میں
نظر آنے لگا ہے عکسِ رُخ اب میری قاتل کا

ہے مجھ کو نارسائی پر بھی اپنی نازِ بیجانہ
کہ کیوں شوق سفر پابند ہوتا قیدِ منزل کا

[illegible]

نعت شریف

(سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حضور میں)

السّلام اے ساقیِ کوثر حبیبِ لم یزل
تیرے ہی خاطر کہدیا خالق نے کُن روزِ ازل

اے کہ تیرے اک اشارے سے گئی قسمت بدل
پھر گئی اکثر قضا بھی دیکھ کر ابرو پہ بل

اے کہ تیرے رُخ سے ظاہر جلوۂ انوارِ ذات
مظہرِ نورِ صفاتِ حق ہے تیرا ہر عمل

اے کہ تیرا قول قولِ حق تعالیٰ بالیقیں
اے کہ تیرا فعل رازِ "مَا رَمَیْتَ" کا ہے حل

اے کہ فخرِ دو جہاں ہے تیرا باعظمت وجود
ناز فرماتی ہے تجھ پر ذات پاک عزّ و جل

اے کہ جو محروم منکر ہے رسالت سے تری
لا الٰہ کہہ کے بھی بیکار اس کا ہر عمل

اے کہ تیرا ہی تبسم ہے عیاں ہر پھول سے
کھل اُٹھے تیرے کرم سے دل کے مرجھائے کنول

اے کہ فرمایا ہے تجھ کو رحمتِ للعالمیں
آج بھی دنیا میں ہے تیرا کرم ضرب المثل

اے کہ پڑ جاتی ہے دل پر جب کبھی تیری نظر
سب حجابِ باطنی اکبارگی جاتے ہیں جل

مظہرِ قومیت ہے دو جہاں میں تیری ذات
فیض سے دریا رواں ہیں رعب سے قائم جبل

بند کر لے روزنِ دل جو بھی تیرے فیض سے

مل نہیں سکتا اُسے کچھ زہد اور تقویٰ کا پھل

وجہِ صد نازِ ملک ہی عرشِ اعظم کا طواف

اور شبِ "اسریٰ" کیا تھا تو نے طوفِ عزّ و جل

سر اُٹھایا جب کبھی باطل نے تیرے روبرو

ہو گئے دنیا پہ روشن معنیٔ "کَیْفَ فَعَلْ"

اصل میں ہے عشق تیرا عشقِ حیٔ لایموت

اس لئے تیرے محب کو بھی نہیں آتی اجل

لکھدیا قسمت میں میری سوز و سازِ عشقِ حق

تجھ کو پایا ملتفت کاتب نے جب روزِ ازل

بخشدے اے کاش ریحانہ کے دل کو زندگی

وہ کہ ظاہر جس سے ہی لطفِ لطیفِ لَمْ یَزَلْ

غزل

اک تبسم اشکہائے بے شمار — ایک خاموشی مرے شکوے ہزار

تیرے وعدوں پر تصدق لاکھ بار — یہ میری بیتابیاں یہ انتظار

بے زبانی نے کہا جب حالِ زار — ہو گئے آخر کو وہ بھی اشکبار

محتسب مت پوچھ ہم سے بار بار — دیکھ لے اُن مست آنکھوں کا خمار

تیرے وعدے پر جو ہوتا اعتبار — آنہ جاتا کیا مرے دل کو قرار

مست و بیخود کر رہا ہے ساقیا — تیری آنکھوں کا یہ ہلکا سا خمار

تک رہا ہے اب ترے وعدے کا منھ — میرے سادہ لوحِ دل کا اعتبار

پھول بھی ہنستے نہیں تیرے بغیر — روٹھ جاتی ہے گلستاں سے بہار

غیر آئے حالتِ دل پوچھنے — ہائے میرا گریۂ بے اختیار

ہو گئے مختار ہم بھی قیصری — سونپ کر ہاتھوں میں اُن کے اختیار

غزل

مجھے جو اُن سے محبّت ہے برقرار رہے   بلا سے منقلب ہر وقت روزگار رہے

یہ ضبطِ عشق کا فرماں کہ نم نہ ہوں پلکیں
یہ چشمِ نم کی تمنّا کہ اشکبار رہے

خرد کو فکر کہ وحشت کبھی آشکار نہ ہو
جنوں کا حکم گریبان تار تار رہے

یہ اُن کا ناز تھا وعدہ کیا نہیں آئے
مری وفا کا تقاضا ہے انتظار رہے

تڑپ تڑپ کے دعا کی مریضِ الفت نے
اگر یہ دردِ محبت ہو برقرار رہے

اگرچہ دربۂ دل فکرِ روزگار رہے   جگہ نہ دیگا اسے دردِ دوست ریحانہؔ

غزل

چھپ جائیں حشر میں بھی ادا سے تو کیا کروں
لیں کام وہ ستم کا حیا سے تو کیا کروں

اے غمگسار مانگ چکا صبر بار بار
تاثیر روٹھ جائے دعا سے تو کیا کروں

تسکین ہو تو جائیگی فریاد سے مگر
محروم کر جو دیں وہ جفا سے تو کیا کروں

مانا مسیح وقت ہے تو اے مرے طبیب
ہو درد ہی کو ضد جو دوا سے تو کیا کروں

بھیجیں جو پوچھنے کو فرشتے تو کیا کہوں؟
ریحانہ بدگماں ہوں وفا سے تو کیا کروں؟

غزل

واعظ ہے فکرِ حور میں زاہد خیالِ حور میں
ہیں محو موسیٰ طور میں ہم گم قبائے نور میں

ہے سامنے جانِ جہاں ہر شے ہے آنکھوں سے نہاں
دوزخ کہاں جنّت کہاں سب گم ہیں اُسکے نور میں

ساقی کی آنکھوں میں کبھی ہم نے بھی دیکھی ہے وہی
آئی نظر جو روشنی اک دن چراغِ طور میں

ناصح اگر تیری نظر پڑ جائے اس محبوب پر
کہنا نہ پھر تڑپیں اگر سجدے سرِ مغرور میں

اے چارہ گر تو ہی بتا کیا عشق کی بھی ہے دوا
اب ہے ہی کیا غم کے سوا میرے دلِ مہجور میں

واعظ پلا اور پی ذرا مٹ جائے دل سے ماسوا
ناداں رکھا ہے کیا بھلا افسانہائے دور میں
ہر آرزو دل سے مٹی دنیا کی بھی جنّت کی بھی
ریحانہ وہ راحت ملی ہم کو غمِ منظور میں

بارگاہ کریمی میں بیکس کی التجا

(اپنے آقا کو بظاہر کمزور اور بیمار دیکھ کر)

رُخِ پُرنور کی زردی سے دل اب خون روتا ہے
کہ ان کے دردِ سر سے میرے دل میں درد ہوتا ہے
غمِ دنیا سے وہ آزاد ہیں معلوم ہیں یارب
مگر کمزور ہوں میں میرا دلِ مغموم ہے یارب
رُخِ شاداب کی پژمردگی دیکھی نہیں جاتی ہو
نظر اب اُن کے نظارے سے بھی راحت نہیں پاتی

یہ تو جانے کہ کمزوری کے پردے میں چھپا کیا ہے
بہر صورت مری آنکھوں نے تو کمزور دیکھا ہے

الٰہی بیکسوں کی دستگیری جب وہ کرتے ہیں
بتادے ہاتھ پھر کیوں میرے آقا کے لرزتے ہیں

وہ آنکھیں جن کی مستی کی قسم کھاتے تھے میخانے
نہ جانے کس کے دردِ دل کے اب کہتی ہیں افسانے

ضیا باری تو ہے لیکن تبسم اب نہیں باقی
وہی نغمہ ہے لیکن وہ ترنم اب نہیں باقی

خداوندا مرے مغموم دل کا ہی یہ پرتو ہو ؎
نظر آتا نہ ہو مجھ کو تبسم کی وہی ضو ہو ؎

نصیحت فرقِ شیر و شیر کی گو یاد ہے مالک [۱]
مگر مطلوب تسکینِ دلِ ناشاد ہے مالک

[۱] کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ؎ گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر (مولانا روم ؒ)

قوی ہے تو قوی ہیں وہ مگر کمزور ہے یہ دل
اُنھیں ہر چیز ہے آساں مجھے ہر بات ہے مشکل
بہ ظاہر بھی مرے مالک کو اب طاقت عطا کر دے
مِرے مولیٰ مری کھوئی ہوئی جنّت عطا کر دے

غزل

آلامِ زمانہ میرے لئے اب اے غمِ جاناں کچھ بھی نہیں
اک تو جو سلامت دل میں رہے یہ گردشِ دوراں کچھ بھی نہیں
کیا میری محبت کا بدلہ اے ناصحِ ناداں کچھ بھی نہیں
کیا میرے لئے یہ دردِ جگر یہ سوزشِ پنہاں کچھ بھی نہیں
اک درد ہی باقی ہے دل میں اب حسرت و ارماں کچھ بھی نہیں
سب آتشِ اُلفت پھونک چکی اس گھر میں ساماں کچھ بھی نہیں

اے دل ہیں تراغم کیسے کہوں کس طرح تغافل کا ہو گلہ

کیا ان کی نگاہوں کی پیہم یہ پرسشِ پنہاں کچھ بھی نہیں

وہ جب چاہیں اچھا کرلیں بیمارِ محبت کو اپنے

اے چارہ گرو یہ فکرِ دوا یہ خواہشِ درماں کچھ بھی نہیں

جب پڑ جائے اک ان کی نظر دشوار نہیں کچھ بھی جانہ

وہ اپنی نگاہیں پھیر لیں تو میرے لئے آساں کچھ بھی نہیں

غزل

اب یوں نہ اپنے عشق کو رسوا کرینگے ہم

چھپ کر نگاہِ غیر سے تڑپا کرینگے ہم

اُن کو نظر اٹھا کے نہ دیکھا کریں گے ہم

اپنی نگاہِ شوق سے سجدا کریں گے ہم

اس غائبانہ عشق کو مدّت گزر چکی
اب سامنے وہ آئیں تو سجدہ کرینگے ہم

زیبا نہیں ہیں شوق کی یہ بے قراریاں
اُن کی رضا پہ سر کو جھکایا کرینگے ہم

لے لینگے بیخودیٔ محبت کی آڑ اب
یوں جلوہ ہائے دوست سے پردہ کرینگے ہم

فرمادیا طبیب کو مجبور دیکھ کر
بیمار اپنا آپ ہی اچھا کرینگے ہم

کیا اس کو دیکھ کر بھی ہو جنّت کی آرزو
کیا اب بھی ماسوا کی تمنّا کرینگے ہم

تابِ نظر نہ قیصری جل جائے قرب سے
اب ان کو دور بیٹھ کے دیکھا کرینگے ہم

غزل

مظہرِ شانِ کرم جرم سیاہِ من است
باعثِ رشکِ ملک حال تباہِ من است

چوں بہ حرم می رسم نالہ کنم می تپم
آہ کہ مقصودِ حج گم ز نگاہِ من است

پرتوِ رُخسارِ او در دلِ من آفتاب
داغِ غمِ عشقِ دوست ہمنشیں ماہ من است

گاہ شود پردہ سوز گاہ حجابِ رخش
گاہ جمالِ حبیب نیز نگاہ من است

ہست گمان و خیال نوریاں را چہ مجال
حاملِ عرشِ عظیم نالہ و آہِ من است

کردہ نہ ام شکوۂ گشت ز خویش سرمگیں

برستمش آں نظر نیز گواہِ من است

چوں برسد نزدِ او تیز رود سرخ رو

دعوی کند جبرئیل ہمچو نگاہِ من است

حُسن ز پردہ بریست ہجر کجا وصل چیست

قیصری وہم فراق ہم ز گناہِ من است

نعت

دو جہاں کی سربریزی کہیں اور سر جھکانا

جہاں سر فراز ہے سر وہ ہے تیرا آستانا

ہو مصیبتوں کی آندھی کہ ہو گردشِ زمانہ

ترے شعلۂ محبت کو سہل نہیں بجھانا

میں نگاہِ شوق کو بھی نہیں چاہتا دکھانا — ترے حسن پر تصدق مرے دل میں چھپ کے آنا

کہیں کھو نہ جائے جنت ترے رخ کی تابشوں میں

کہ ہے والضحیٰ ترے ہی انوار کا فسانا

ہے فرشتوں کو تمنا گنہگار ہم بھی ہوتے

کہ تری شفاعتوں کا یہ ٹھہرتا اک بہانا

مرے اشک تیرا دامن ترے پاؤں اور سراسر

یوں ہی کاش ہوتا ممکن تجھے حالِ دل سنانا

تری رحمتوں پہ صدقے نہیں چاہتا شفاعت

کہ نہیں مجھے گوارا ترا حشر میں بھی آنا

مجھے کھینچ لے خدارا اسی آستاں کی جانب

نہیں اور کوئی میرا دو جہاں میں اب ٹھکانا

کرے جذب قیصری کو ترے حسن کی تجلی — نہ رہے تمیز باقی یہ جبیں وہ آستانا

غیرتِ عشق

(قطعہ)

تنہائی فراق تھی اور میں خموش تھا
دل میں تڑپ تھی لب پہ نہ تھا نالہ و بکا

اکبارگی جو اس کا گذر اس جگہ ہُوا
یوں میری پاؤں چوم کے کہنے لگی صبا

لیجاؤں اپنے دوش پہ تیرا پیامِ شوق
کہدوں میں اس سے حال ترے دردِ عشق کا

لِلّٰہ مجھ کو اپنا بنالے پیامبر
اس بارگاہِ ناز میں لیجائے مجھکو جا

میں نے کہا کہ جاکے کسی اور سے یہ کہہ
کافی ہے میرے واسطے یہ آہِ نارسا

کس طرح سہ سکوں گا ترے واسطے کو میں
کیسے شریک غیر کو کرلوں گا میں بھلا
اظہارِ غم کے واسطے جب میں نے آج تک
الفاظ کا وسیلہ گوارا نہیں کیا*

غزل

نہ سازم منزلِ خود کعبہ و دیر و کلیسا را
نہ ضائع می کنم بر آستانِ غیر سجدہ را

بیا ساقی سرت گردم مرا جامِ محبت دہ
بیا تا بشکنم از شیشۂ قصرِ تمنا را

ہمہ دل در دِ او گشتہ ز کیفِ مستیٔ و صہبا
نہ ماندہ است جا باقی بگو غمہائے دنیا را

مگر واقف نۂ زاہد ز حسنِ قدِّ آں شاہد
کہ گوئی در صنمخانہ فسانہ ہائے طوبیٰ را

ہزاراں پردہ ہا حائل نظر حیراں دلم غافل
نمی دانم کہ دیدہ ام چہ گونہ شانِ یکتا را

یکے زاہد زچشمِ مستِ او می کس کہ بر ساقی
فدا کردن روا باشد ثوابِ دین و دنیا را

نہ بدمستم نہ مدہوشم نہ توبہ کردہ ام ساقی
نظر افتاد بر چشمت شکستم جام و مینا را

نہ گویم از زبانِ خویش حال دردِ دل ہمدم
چرا مجرم شوم از گفتنِ آں رازِ پیدا را

نظر را پاک کردہ ام ز اشکِ خونِ دل ہمدم
ندیدم بے وضو من مصحفِ آں روئے زیبا را

بہر جا میکنم سجدہ شود آں آستاں پیدا
نمی جوید جبینم قیصری نقشِ کفِ پا را

غزل

چاہا تھا دوست سے بھی نہ جس درد کو کہوں
ظاہر وہ سب پہ ہو گیا اللہ! کیا کروں

تو کیا سمجھ سکے گا اگر تجھ سے کہہ بھی دوں
یکساں ہے غمگسار کہوں یا کہ چُپ رہوں

بہتر ہے سب کے سامنے آجائیے گا آپ
لیکن یہ جب کہ حشر میں جلنے کو میں نہ ہوں

اندیشہ بیخودی محبت سے ہے مجھے
ایسا نہ ہو کہ آپ جو آئیں تو میں نہ ہوں

اے غمگسار دل میں اگر درد بھی نہ ہو
تو ہی بتا کہ کس کے سہارے میں پھر جیوں

سوچا تھا اب وہ آئیں تو کہدوں گا حال دل
جب سامنے وہ آئے تو حیراں ہوں کیا کہوں

مجھ سے سہی نہ جائینگی یہ بے حجابیاں
ظاہر وہ ہو گئے ہیں تو اب میں ہی جا چھپوں

اک درد تھا سو اس کا بھی احساس اب نہیں
پہلو میں کیا رہا ہے جسے اپنا دل کہوں

دوزخ جگہ نہ دیگی مرے سوز عشق کو
جنت ہے زاہدوں کے لئے میں کہاں رہوں

حیرت نے مجھ سے چھین لی تاب نگاہ بھی
جی چاہتا تھا دیکھ کے سجدے میں گر پڑوں

مریمؔ انہ جو نگاہ پڑی بن گئی حجاب
کب تک وصالِ یار میں فرقت کا غم سہوں

نقاب اوڑھ کے جلوے دکھائے جاتے ہیں
وہ دور رہ کے بھی نزدیک آئے جاتے ہیں

سبھی نے دیکھ لیا تجھ کو بر سرِ محفل
مجھی سے کیا ترے جلوے چھپائے جاتے ہیں

ہیں درد ہائے غمِ عشق زندگی دل کی
یہ وہ فسانے نہیں جو سنائے جاتے ہیں

الٰہی منزلِ مقصود کا پتہ کس کو
مرے ابھی سے قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

ستارے بن کے چمکتے ہیں عرشِ اعظم پر
وہ اشک جو ترے غم میں بہائے جاتے ہیں

وہ حکم دے کے ہمیں ہوشیار رہنے کا
نگاہ مست سے بیخود بنائے جاتے ہیں

یہاں قبول نہیں سجدۂ ریا زاہد
یہ میکدہ ہے یہاں دل جُھکائے جاتے ہیں

نہ کہہ کہ طفل تسلّی کو میں نہیں سمجھا
کہ یہ فریب سمجھکر بھی کھائے جاتے ہیں

یہ راہِ عشق ہے یاں ساتھ ہوں نہ اُمیدیں
کہ یہ چراغ تو پہلے بجھائے جاتے ہیں

یہ راہِ عشق ہے یاں غم کی تُند آندھی سے
چراغہائے تمنّا بُجھائے جاتے ہیں

کہاں وہ شور وفغاں ابتدائے اُلفت کا
کہ اب تڑپتے ہیں اور مُسکرائے جاتے ہیں

نہ پوچھ حالتِ رنجہاں نہ چارہ گر مجھ سے
کہ دل میں داغِ محبت چھپائے جاتے ہیں

غزل

کیا بارِ اشکوں کے نظر کبھی نہ اُٹھے گی
کیا آہ یوں ہی سینۂ سوزاں میں گھٹے گی
پھونکے ہوئے پانی سے مرے ہادی و مرشد
کیا پیاس مری منتظر آنکھوں کی بجھے گی
کیا دور کرسکیں گے تپِ غم کو یہ طبیب
بیہوش ہو کے بیخودی عشق چھپے گی ؟
کیا تنگیٔ انفاس کا پردہ ہی رہیگا ؟
کیا سانس یوں ہی ضبطِ محبت سے گھٹے گی ؟

کیا ضبط کا شیوا نہ سکھا لے گا ترا ظرف ؟

کیا صبر کی پونجی یوں ہی بیکار لٹے گی ؟

کیا جام و سبو پردہ نہ رکھ لیں گے نظر کا؟

کیا بیخودیٔ عشق نہ مستی میں چھپے گی ؟ *

کیا اب عرق تپ میں یہ آنسو نہ چھپینگے؟ *

کیا میری ہنسی قیصری غیروں میں اڑیگی؟

غزل

فریاد کا بھی غم میں سہارا نہیں لیا

تڑپا ہوں اور نام تمھارا نہیں لیا

اے ناخدائے عشق ہیں ناکامیاں گواہ

گرداب دیکے میں نے کنارا نہیں لیا

جو گر پڑا تھا صبا کے ہاتھوں سے چھوٹ کر
دامن میں آپ نے بھی وہ تارا نہیں لیا

کیوں حالِ زار دیکھ کے آخر خفا ہیں اب
فریاد کی ہے نام تمھارا نہیں لیا

محشر میں کام آ ہی گئیں پردہ داریاں
پہچان کر بھی نام تمھارا نہیں لیا

ریحانہ جب وہ آئے مجھے خود سنبھالنے
میں نے بھی پھر کسی کا سہارا نہیں لیا

جب تک امید ٹوٹ نہ جائے نہ آئیں گے
اللہ کیسی ضد ہے انھیں انتظار سے

ساقی نامہ

پژمردہ دلوں کو کھلا ساقی — اعجاز نظر سے جلا ساقی
ہر غم سے رہائی دلا ساقی — یوں بادۂ عشق پلا ساقی

پیمانۂ دل میں ظرف ہے کم — ہاں سچ ہی سہی بدمست ہیں ہم
کبتک یوں تشنہ لبوں پہ ستم — کبتک ہم سے یہ گلا ساقی

گھنگھور گھٹا پھر چھائی ہے — توبہ پر آفت آئی ہے
ہاں تیرے کرم کی دہائی ہے — اب اپنی نظر سے پلا ساقی

پھر مست نگاہیں اٹھنے دے — انوار کے جلوے لٹنے دے
پھر سر قدموں پر جھکنے دے — پھر مجھ کو خدا سے ملا ساقی

کمزور تھا یہ دل ٹوٹ چکا — اب ضبط کا دامن چھوٹ چکا
غم صبر کی پونجی لوٹ چکا — پھر غنچۂ دل کو کھلا ساقی

طالب ہی رہے باقی نہ طلب مٹ جائیں غم و آلام یہ سب

پھر ایسی شرابِ عیش و طرب پیمانۂ غم سے پلا ساقی

غیروں کی نظر سے بچ کے ذرا پھر جام و شراب و سبو لے آ

اعجازِ نگاہِ مست دکھا پھر مُردہ دلوں کو جلا ساقی

آباد ہیں تیرے میخانے لبریز ہیں سارے پیمانے

ریحانۂ بیکس کیا جانے کیوں اس کو کچھ نہ ملا ساقی

دو شعر

تم نے تو لکھ دیا کہ نہ آئیں گے آج ہم

بجلی سی گر پڑی دلِ امیدوار پر

اے دل! وہ اپنے وعدے کے مختار تھے مگر

غصہ تو آ رہا ہے ترے اعتبار پر

غزل

جی بھر کے تجھکو دیکھ تو لیں بیحجاب ہم
پھر دیکھتے رہیں گے حساب و کتاب ہم

یوں لن ترانیوں سے نہ گستاخ کیجئے
ایسا نہ ہو اُلٹ ہی دیں بڑھکر نقاب ہم

بدنام ذوقِ بادہ کو کرتا ہے محتسب
ساقی پئینگے جام و سبو سے شراب ہم؟

زاہد نہ ڈر خدا کے لئے یوں شراب سے
سہہ لینگے روزِ حشر ترا بھی عذاب ہم

آباد غم سے دل ہُوا ناصح یہ کم نہیں

ہونا تھا خیر ہو گئے خانہ خراب ہم

ہر چند خود نمائی کا مظہر ہے ہر نقاب

سچ کہہ رہے ہیں وہ کہ نہیں بے حجاب ہم

اس اک نگاہِ گرم پہ لاکھوں کرم نثار

ریحانہ بھُول سکتے ہیں کیا وہ عتاب ہم

مل جائے درد ایسا کہ چارا نہ ہو کہیں
وہ بحرِ غم کہ جس کا کنارا نہ ہو کہیں

اغیار کے ہجوم میں بھی تجھ کو اے حبیب
بے اختیار میں نے پکارا نہ ہو کہیں

آیا تھا بیخودی میں جو ہونٹوں پہ بار بار
ڈرتا ہوں اب وہ نام تمھارا نہ ہو کہیں

تنہائی فراق میں بیمارِ عشق نے
میرے مسیح تجھ کو پکارا نہ ہو کہیں

یہ سوچ لیجئے گا کہ دیدار آپ کا
بیکس کی زندگی کا سہارا نہ ہو کہیں

آنسو سمجھ لیا ہے جسے تو نے بے نیاز
ٹوٹی ہوئی امید کا تارہ نہ ہو کہیں

چپ چاپ میں نے سہہ لئے غیروں کے بھی ستم
یہ سوچکر کہ تیرا اشارہ نہ ہو کہیں

ہونا پڑے نہ ہمکو پشیماں بجائے دوست
فریاد بھی قصور ہمارا نہ ہو کہیں

مجھ کو ستائے گردشِ دوراں کی کیا مجال
ریحانہ اس نظر کا اشارہ نہ ہو کہیں

کسی کے چہرۂ انور کی جانب جب نظر اُٹھے
تو اک محوِ نظارہ پہ دو آنسو بہا لینا

کب تک

کوئی یہ پردہ نشیں سے پوچھے کہ دل میں چھپ کر حجاب کب تک

دیا ہے شوقِ کلیم مجھ کو تو لن ترانی جواب کب تک

مجھے ہیں تسلیم سب خطائیں مگر کرم بھی تو کوئی شے ہے

سہوں میں فرقت کا رنج کیونکر یہ مجھ پہ آخر عذاب کب تک

ادب کا یہ حکم ہے نہ دیکھیں اگر وہ خود بے حجاب بھی ہوں

مگر یہ ہے شوق کا تقاضا کہ اُن کے رُخ پر نقاب کب تک

سنبھل دلِ بیقرار آخر، کبھی تو ہو گا اثر دُعا میں

نہ کرسکے گا کرم پہ مائل انھیں ترا اضطراب کب تک

ازل ہی سے ابتدا ہوئی تھی بس اس قدر جانتا ہوں ناصح

خدا ہی جانے رکھے گا مجھ کو یہ عشق خانہ خراب کب تک

تجھے ترے حسن کی قسم ہے جلا کے مجھ کو فنا بھی کر دے

کہ سوزشِ ناتمام کا میں سہوں گا آخر عذاب کب تک

الٰہی کیا ذوقِ ہمکلامی رہے گا محتاج نامہ بر کا

وہ "من ورائے حجاب" مجھ سے کرینگے آخر خطاب کبتک

نہ دیر کر تشنہ لب ہوں ساقی کہ ابر گھر گھر کے چھٹ چکا ہے

رہے گا یوں انتظار ہی میں فلک پہ یہ ماہتاب کب تک

ذرا ادھر آکہ جامِ مئے میں دکھادوں عکسِ نگار زاہد

رکھے گی مقصود ہی سے غافل تجھے یہ فکرِ ثواب کب تک

جہانِ فانی کی بے ثباتی کو دیکھ کر بھی ہوس ہے باقی ؟

نہ دے گی عبرت کا درس اے دل تجھے یہ واضح کتاب کبتک

ہوا یہ معلوم قیصری کہ ہے نامرادی مراد میری

امید کا یہ فریب رنگیں یہ آرزوؤں کے خواب کبتک

غزل

اے مرے پردہ نشین موسیٰ کو تڑپاتا ہے کون

لن ترانی کہہ کے پھر خود سامنے آتا ہے کون

ہوگیا ہے چھپ کے ظاہر کس کا حسن پردہ سوز

دیکھ کر محوِ نظارہ دل میں چھپ جاتا ہے کون

میں تو راضی ہوں نہ کر میری دعاؤں کو قبول

ہاں مگر لوٹا کے خالی ہاتھ شرماتا ہے کون

سامنے آ کر مروّت اور کرم سب کچھ سہی

خون کے آنسو مگر فرقت میں رلواتا ہے کون

سوزِ غم! اب تک اگر پہلو میں دل باقی نہیں

پارہ پارہ ہو کے پھر آنکھوں سے بہہ جاتا ہے کون

اُلفتِ پروانہ و بُلبُل اگر ہے بے اثر
شمع کیوں جلتی ہے اور پھولوں کو رلواتا ہے کون

ہیں مری شہ رگ سے بھی نزدیک دوری میں مگر
قرب میں وہم و گماں سے دور ہو جاتا ہے کون

میں اگر چاہوں بھی تو اُٹھتے نہیں کیوں اب قدم
کھینچ کر پھر آستانِ یار تک لاتا ہے کون

کیوں برستا ہے مرے آنکھوں سے اب خونِ جگر
ہائے بیتحاشہ دلِ بیکس کو تڑپاتا ہے کون

غزل

اس زندہ دلی کے پردے میں جو غم پنہاں ہے کیا کہئے
ہے سرد بظاہر دل لیکن جو سوزِ نہاں ہے کیا کہئے

کچھ عرش کا قصہ ہم نے بھی واعظ سے سنا تو ہے لیکن
اس دل کو یقیں آتا ہی نہیں محبوب کہاں ہو کیا کہیئے

جو آنسو دریا بن جاتے وہ مژگاں تک بھی آنہ سکے
گو حشر سا برپا ہے دل میں خاموش زباں ہے کیا کہیئے

یوں حشر میں تیرا آجانا ہر چند گوارا مجھ کو نہیں
کس طرح چھپالوں میں دل میں تو جانِ جہاں ہے کیا کہیئے

جب سے وہ گئے تاروں میں چمک پھولوں میں مہک باقی ہی نہیں
ہیں شمس و قمر موجود مگر تاریک جہاں ہے کیا کہیئے

اک دل جو تڑپتا تھا پہلے آنکھوں سے بہا آنسو بن کر
اب روح تڑپتی ہے جس سے وہ درد کہاں ہے کیا کہیئے

ہر قطرۂ خوں کے گرنے سے ہے شور انا قاتل پیدا
واللہ عجب کچھ مقتل میں رنگین سماں ہے کیا کہیئے

جی چاہتا ہے غیروں کی جگہ خود اُن سے سنوں باتیں ان کی
کیوں باعثِ تنگیٔ دل واعظ یہ تیرا بیاں ہے کیا کہیئے

آغازِ محبت میں ہمدم! ناداں تھا میں جو کہہ بیٹھا
ہر داغِ محبت اب دل کا اک رازِ نہاں ہے کیا کہیئے

اب کون کرے امداد مری اب کیسے بلالوں میں ان کو
جو اُن سے تڑپ کر کچھ کہتا وہ دل بھی ہاں ہے کیا کہیئے

فرقت میں یہ سمجھا یا دل کو وہ آئیں تو فریاد کروں
اب دیکھ کے اُن کو سر محفل خاموش زباں ہے کیا کہیئے

غزل

مرے ستّار شرمندہ نہ کرنا برسرِ محفل
سنا ہوگا یہ تو نے بھی حسابِ دوستاں دردل

فدا یہ جان و دل تجھ پر چلا بھی آ مرے قاتل
فنا ہو ہو کے باقی ہو ہی جائے گا ترا بسمل

مرے ذوقِ طلب کو یہ گوارا ہی نہیں ہمدم
مجھے موجوں سے لڑنے دے مبارک ہو تجھی ساحل

الٰہی کیسے آئیں وہ، الٰہی کیسے خلوت ہو
ہجومِ آرزو سے بن گئیں تنہائیاں محفل

کسی کی اک جھلک نے طور کو بھی جب جلا ڈالا
نگاہِ یار! کیوں پہلو میں باقی رہ گیا ہے دل

حجابِ حُسن کا مطلب نگاہِ شوق سے پوچھو
ہر اک پردہ ہوا ہے جلوہ ہائے یار کا حامل

خدارا ربطِ حسن و عشق کی کچھ لاج رکھ لینا
ستم کرنا مرے اوپر کرم پر جب نہ ہو مائل

کہاں یہ بیخودیٔ شوق کو فرصت سمجھنے کی
کہ آئی ہی نہیں یا رہ گئی پیچھے مری منزل

دکھا سکتا ہوں ناصح! میں نظر تو دب نہیں سکتا
تعجب کیا کہ اُن کو دیکھ کر بھی تو نہیں قائل

مجھے معلوم ہے فریاد ننگِ عشق ہے لیکن
خموشی سے یہ بارِ غم اُٹھا لینا بھی ہے مشکل

جبین قیصری کو آستانِ یار کافی ہے
خلوصِ عشق ہوتا ہی نہیں فردوس کا سائل

غزل

نہ قاصد کو بھی حالِ دل بتاتے ہم تو اچھا تھا
سکوتِ غم سے اُن کو ہی سناتے ہم تو اچھا تھا

ہجومِ حشر میں وحشت نے کچھ چاہا تو یہ چاہا

انھیں دل میں چھپا کر بھاگ جاتے ہم تو اچھا تھا

متاعِ ہوش کھو دینا ہمیں منظور تھا لیکن

تصوّر میں تجھے موجود پاتے ہم تو اچھا تھا

نگاہِ شوق آخر رہ گئی گم ہو کے جلووں میں

تجلّی کا یہ پردہ بھی اُٹھاتے ہم تو اچھا تھا

وہ رخصت کر چکے لیکن تجھے کس طرح لیجائیں

دیارِ دوست میں اے دل نہ آتے ہم تو اچھا تھا

الٰہی خاک کے ذرّوں پہ کیا کیا رشک آتا ہے

کسی کی راہ میں پلکیں بچھاتے ہم تو اچھا تھا

تری چارہ گری نے یہ سکھایا ہے ہمیں ہمدم

کہ دردِ عشق کو دل میں چھپاتے ہم تو اچھا تھا

صبا کیوں جذب کرتی ہے ہمارے اشک دامن میں
یہ موتی اُن کے قدموں پر لٹاتے ہم تو اچھا تھا

ہمیں کم ظرف کہدیتے ستمگر کیوں کہا اُن کو
نہ ہمدردوں کو حالِ دل سناتے ہم تو اچھا تھا

نہ جانے کتنے دھوکے کھا کے یہ سیکھا ہے ریحانہ
اگر دامِ تمنا میں نہ آتے ہم تو اچھا تھا

غزل

جستجو ہو جذبۂ کامل کے ساتھ
شوق وابستہ نہ ہو منزل کیساتھ

آرزوؤں کی تڑپ تھی دل کیساتھ
سرد آخر ہو گئیں بسمل کیساتھ

پھنک رہا ہے سوزشِ غم سے جگر
روح بھی بیتاب ہے اب دل کیساتھ

قتل جو کرتا نہیں اک بار میں
واسطہ میرا ہے اس قاتل کیساتھ

سینۂ ویراں میں کچھ باقی نہیں
درد بھی جاتا رہا ہے دل کے ساتھ

کس نے مانگی تھی یہ جنت اے کریم
چھیڑ کیوں کرتا ہے تو سائل کے ساتھ

آسماں رفعت ہے محفل یار کی
جمع ہیں تارے مہِ کامل کے ساتھ

چھوڑ دوں موجوں سی ناصح کشمکش
جستجو ہٹ جائے گر ساحل کے ساتھ

یہ نگاہِ شوق جانے قیصری
ربط کیوں مجھ کو ہوا محمل کے ساتھ

غزل

پہچانتے نہیں ہیں الٰہی خوشی کو ہم
کس طرح دل میں آنے دیں اس اجنبی کو ہم

آنکھوں سے کاش پہلے چھن جائے روشنی
تیرے سوا جو شوق سے دیکھیں کسی کو ہم

کرتے ہیں طنز جب کبھی بیچارگی پہ غیر
پاتے ہیں پاس یار کی چارہ گری کو ہم
آسان کر دیا تھا کبھی جس نے ہجر کو
مدّت سے ڈھونڈتے ہیں اُسی بیخودی کو ہم
ہمدم! خدا کے واسطے مت بار بار پوچھ
یہ راز وہ نہیں کہ بتا دیں کسی کو ہم
ایسا نہ ہو کہ دیکھ کے جل جائے آسماں
جی چاہتا ہے دل میں چھپالیں خوشی کو ہم
ہوتا دعائے صبر کا گر بیخودی میں ہوش
ناصح! خدا سے مانگ نہ لیتے اسی کو ہم
خلوت کدہ ہے دردِ غمِ عشق کا یہ دل
امیدِ وصل! آنے دیں کیسے خوشی کو ہم

آخر کسی کو آ ہی گیا ترس قیصریؔ

دیتے ہیں اب دعائیں تری بیکسی کو ہم

غزل

دامن میں چھپ نہ جائے تو ستار کیا کرے

شرم گنہ سے پھر یہ سیہ کار کیا کرے

جس کو جگہ نہ دیں تری رحمت کی وسعتیں

"تو ہی بتا کہ پھر وہ گنہگار کیا کرے"

پہلے ہی سوز عشق سے جل جائے گی زباں

اب کوئی اپنے درد کا اظہار کیا کرے

موقوف موت ہی پہ اگر ان کی دید ہے

پھر جی کے اُن کا طالب دیدار کیا کرے

فریاد ننگ عشق ہے اور ضبط غم محال
اللہ کشتۂ ستم یار کیا کرے

جب تیرے انتظار میں آئے نہ موت بھی
میرے مسیح پھر تیرا بیمار کیا کرے

دل میں سوائے عشق کے جو کچھ تھا جل گیا
اب اور میری آہ شرر بار کیا کرے

دیدار حسنِ یار کی امید گر نہ ہو
جنّت کے واسطے کوئی اصرار کیا کرے

میری زباں نے کرلیا اقرارِ جرم خود
جب دل ہی یار کا ہو تو انکار کیا کرے

وہ سوز ہے کہ خشک ہوا چشمۂ سرِ اشک
ریحانہ اب یہ دیدۂ خونبار کیا کرے

غزل

چرخ کجا کہ سر کنم آہِ جگر گداز را
دشت کجا کہ می برم شوقِ جنوں نواز را
ناصح! بروزِ عشق پُرس آخر چہ شد کہ غزنوی
خواجۂ خویش میکند بندہ خود ایاز را
عشق چوں شد امامِ من قبلۂ ساختم رخش
حاجتِ اجر نیستم من چہ کنم نماز را
من نہ روم برائے حشر روضۂ او گذاشتہ
من نہ دہم بہ جنّتے خار و خسِ حجاز را
چشم زغیر بے بصر قلب زما سوا تہی
حسن قبول می کند سجدۂ بے نیاز را

گر بہ کشد نقاب رُخ سوختہ می شود نظر
تاب کرا کہ بنگرم حسنِ سراپا ناز را

شستہ ز خون دلِ زخم بر کف پائے او نہم
آہ نہ دانی زاہدا لذّتِ ایں نماز را

منزلِ خویش میکنم گاہ مقامِ بیخودی
گاہ بیک قدم کنم قطع رہِ دراز را

گر بکسے کنم بیاں سوختہ می شود زباں
در دلِ خود نہفتہ ام لذّتِ سوز و ساز را

من بکنم ہزار ہا سجدۂ شکر پیش اُو
گر نہ کند ز من جدا ایں غمِ دل نواز را

آہ مپرس ہم نشیں حالتِ درد قیصری
عشق نمی کند عیاں از لبِ خویش راز را

غزل

ترا آستانہ ہو اور میرا سر ہو
یہ ویران دل کاش اب تیرا گھر ہو
غمِ عشق وہ ہے کہ جب چشم تر ہو
ہر اک اشک میں رنگِ خونِ جگر ہو
دعا رات کٹنے کی گر بے اثر ہو ؎
تو یا رب شبِ زندگی کی سحر ہو
میں دیکھوں تو پھر اور کوئی نہ دیکھے ؎
نقابِ رُخِ یار میری نظر ہو
کوئی اور تدبیر ممکن نہیں ہے
ترا درد ہی کاش اب چارہ گر ہو

ہے بیتاب جاں تن میں دل پارہ پارہ
یہ وہ درد ہے جس سے ٹکڑے جگر ہو
نہ دیکھیگا محشر میں بھی اس کو زاہد
جو دنیا میں تیری طرح بے بصر ہو
مٹا دے مرے دل سے ہر اک تمنا
تری آرزو کے علاوہ اگر ہو ؎
اگر خود نہ آئیں تو کیوں کر بلاؤں ؎
کروں کیا اگر ہر دعا بے اثر ہو ؎
ہے آزاد فکر زمانہ سے وہ دل
جو درد غم دوست سے بہرہ ور ہو
سما جائے سر میخانہ یوں نور ان کا
کہ دل کا ہر اک داغ رشک قمر ہو

غزل

خم شود ہر دو جہاں پیشِ خمِ ابروئے من
چوں نہادم بر زمینِ آستانش روئے من

نیست جز وصلِ مسیحم چارہ گر داروئے من
زندہ گردم بعد مُردن گر بیاید سوئے من

من نہ دارم حاجتے اے قاصدِ خوشخوئے من
خود بگویم حالِ دل گر یار بیند سوئے من

گفت پیدا می شود از کن جہانِ آرزو
باز برہم می کنم از یک خمِ ابروئے من

بستہ ام از ذکرِ غیرِ دوست چوں لبہائے خود
می کند ذکرِ حبیبم ہر زبانِ موئے من

من بامیدے کہ حاصل می شود شیریں مرا
آورم خونِ جگر از سینہ ام در جوئے من
گفتمش ہر خار راحت می کند خونم طلب
گفت ہمچو می شود نادان اندر کوئے من
سوختم از نالۂ پر سوز ہفت افلاک را
میکنم آتش بپا آید صبا گر سوئے من
من نرفتم ہمچو مجنوں در بیاباں قیصری
گشت صحرا ہر چمن اندر بہار از ہوئے من

غزلْ

عجیب لطف ہے روداد غم سنانے میں
کہ اُن کا نام بھی آتا ہے اس فسانے میں

تجھی کو ترس نہیں آتا مجھ پہ اے ساقی
کہ مے ہی اب نہیں باقی شراب خانے میں

کسی کی دید کے لائق کہاں رہا یارب
وہ دل جو ٹوٹ گیا بارِ غم اُٹھانے میں

اُجڑ گیا ہے چمن زارِ آرزو یکسر
ترے خیال سے دنیائے دل بسانے میں

کروں وفائیں فرشتوں کے سامنے ظاہر
کسر تھی کیا ابھی اُلفت کے آزمانے میں

کہا یہ شکوۂ تاخیر پر کہ تیز ہو شوق
یہ مصلحت تھی مرے جلد تر نہ آنے میں

جھکا دیا مرے مغرور سر کو بھی جس نے
ہے کونسی وہ کشش اُن کے آستانے میں

سوائے اس کے محبت کا کیا صلہ ہوگا

کسی کو لطف ملا ہے مجھے ستانے میں

وفا نے لی مرے دل میں پناہ ریحانہ

اسے جگہ نہ ملی جب کہیں زمانے میں

غزل

چہ گونہ حال دل گویم کہ یارم مہرباں باشد

لبم بستہ کہ پیوستہ محبت بے زباں باشد

خلوصِ عشق از باغِ ارم زاہد اگراں باشد

اگر اجر محبت ہست وصلِ جانِ جاں باشد

مرا در عشق و مستی ناصحا پروائے جاں باشد

اگر ایں زندگانی بے محبت جاوداں باشد

گہے در بزم می رقصم گہے بر خاک می غلطم
تقاضائے جنوں گاہے چنیں گاہے چناں باشد
کنم واللہ ترکِ عشق گر ثابت کنی ناصح!
مثالِ ماہروئے من کسے اندر جہاں باشد
مرا در ہجر آورند یاراں چوں بہ پیشِ او
طبیبم کرد تشخیصم مگر دردِ نہاں باشد
خدایا بگذرد عمرم مثال باد در ہجرش
مگر وقتے کہ او نزدم بماند جاوداں باشد
نہ حالِ دل تواں گفتن نہ ہمدم تابِ گویائی
وگر دارم چرا گویم کہ ایں راز نہاں باشد
نمی گنجد بہ شش جہتِ جہاں پروازِ شوقِ من
برائے قیصری یا رب! فضائے لامکاں باشد۔

فراقِ دوست

صبح کا آہِ خندۂ معصوم
مجھ کو کرتا ہے اور بھی مغموم

اب تو گلگونہ شفق سے بھی
ہوتا ہے خونِ آرزو مفہوم

لیلیٰ شب کے گیسوئے مشکیں
مجھ کو ہوتے ہیں اک بلا معلوم

چاند آتا ہے اب نظر مجھ کو
زرد چہرہ اداس اور مغموم

چاندنی چادرِ کفن سی ہے
آہ یا رب مرا دلِ مرحوم!

میرے آنسو پہونچ گئے شاید
ورنہ کیسے ہیں آسمانِ نجوم

مجھ کو حسنِ بہار سے اب کیا
جبکہ دیدار سے ہوں میں محروم

کثرتِ گل ہر ایک باغ میں ہے
اور میرے دل پہ حسرتوں کا ہجوم

قیصری آہ یہ مری حالت
کیا مرے دوست کو نہیں معلوم

غزل

یاس نے لب تک نہیں آنے دیا
رہ گئی دل ہی میں رُک کر التجا

چھپ گئے پردے میں وہ روز ازل
عشق کا جب قول ہم سے لے لیا

میکدے میں کیوں جھکے زاہد کا سر
یاں ہوا کرتے ہیں سجدے بے ریا

سینۂ ویراں میں یوں روشن ہے دل
جیسے ویرانے میں ٹوٹا سا دیا ؂

ذکر اُن کا اور بزم غیر میں ؂
وحشتِ دل! آج تو نے کیا کیا ؂؂

ے جب رُکے سب اُس مئے جاں سوز سے
میں نے اُن سے جام لے کر پی لیا
ہو گیا ساکت دلِ مجروح اب
یہ تڑپتا ہی رہا جب تک جیا
تک رہا تھا میں دمِ رخصت اُنھیں
آنسوؤں نے ان کو اوجھل کر دیا
کیا بتاؤں چھن گیا کیا قیصری
میں نے جب دنیائے دوں سے کچھ لیا

غزل

دلِ بیکس شب فرقت کی بھی آخر سحر ہوگی
اُنھیں خود ترس آئے گا دعا جب بے اثر ہوگی

نظر آتے ہیں کچھ بگڑے ہوئے تیور محبت کے
مٹا دیگی اُمیدِ وصل بھی دل میں اگر ہو گی

ملے گا جام کوثر جب تجھے زاہد قیامت میں
ہمارے خشک ہونٹوں پر ترحم کی نظر ہو گی

جھگڑتا ہے یہ شکووں پر تو ہی اب فیصلہ کر دے
مرا دل ہے تری جانب تری رحمت کدھر ہو گی

شہیدانِ محبت بڑھ کے خود رکھینگے قدموں پر
نظر آئیگا جب قاتل کسے پروائے سر ہو گی

کوئی قاصد نہیں بنتا ہیں خود کچھ کہہ نہیں سکتا
الٰہی حالتِ دل کی اُنھیں کیسے خبر ہو گی

مجھے معلوم ہے ناصح کہ اس میں خطرۂ جاں ہے
مگر بے عشق آخر زندگی کیسے بسر ہو گی

خدا کے سامنے جھک جائیں گے مومن قیامت میں
مری کافر جبیں لیکن صنم کے پاؤں پر ہوگی
جگر پھنک جائیگا میں نے اگر کی آہ ریحانہؔ
بہے گا اشک بن کر دل اگر اب چشم تر ہوگی

غزل

میں کہہ سکتا نہیں یہ غم کسی سے
تری فریاد کرتا ہوں تجھی سے
نہیں چونکا میں اب تک بیخودی سے
خدایا جا رہے ہیں وہ ابھی سے
نہ جانے یاس نے کیا کہہ دیا ہے
کہ سہما جا رہا ہے دل خوشی سے

امید غمگساری آہ کیوں ہو ؀
کہ شکوہ بھی نہیں باقی کسی سے
اگر داتا ہے وہ محتاج ہیں سب
تو اُس کو مانگتا ہوں میں اسی سے
تعلق ہے ہمیشہ سے الٰہی ؀
تیری رحمت کو میری بیکسی سے
نمک پاشی نہ کر زخموں پہ ہمدم
پریشاں ہوں میں اس چارہ گری سے
ہو بس اک آرزوئے دید پوری
مٹا دیں اور ہر حسرت خوشی سے
نہیں خود داریٔ غم کو گوارا
کہ ان کا راز میں کہدوں کسی سے

کسی صورت سے بارِ غم تو کم ہو
اجازت ہو تو میں کہدوں تجھی سے
سوا تیرے ہے اس کا کون یا رب
خفا کیوں ہو گیا تو قیصری سے

غزل

ظاہر ہے نورِ حق ترے دلکش جمال سے
ہوتی نہیں یہ بات محض خد و خال سے
دوری میں بھی قریب ہیں شہ رگ سے العجب
ہیں دور عین وصل میں وہم و خیال سے
وہ آ گئے ہیں جب سے تصوّر میں روبرو
روشن ہے کائنات ہمارے جمال سے

جو کہہ سکی نہ میری ندامت بھی روزِ حشر
وہ کہدیا خود اُن کے کرم نے جلال سے

اے چرخ تیرے بدر میں بھی روشنی سہی
آزاد داغِ عشق سے ہے لیکن زوال سے

سینہ پہ سل ہو اور زباں پر احد احد
توحید یہ ہے میں نے سنا ہے بلال رضؓ سے

شیطان کا بھی حشر مرے سامنے نہ ہو
ڈرتا ہوں نار سے بھی زیادہ جلال سے

موجود امتیازِ من و تو ہے آج بھی
شکوہ یہ میرے دل کو ہے برقِ جمال سے

میں التجائے رحم کروں بار بار کیوں
واقف ہیں وہ مرے دلِ بیکس کے حال سے

پردے میں تم نہ ہوتے تو میں پھونکتا فلک
کرتا نہیں ہوں آہ تمھارے خیال سے

پابند کرلیا ترے گیسو نے اس طرح
آزاد قیصری ہے تمنا کے جال سے

غزل

وہ اس انداز سے کرنے کو آئے تھے مسیحائی
کہ میری روح شوقِ دید سے آنکھوں میں کھنچ آئی

رہی محروم جس سے حضرتِ ناصح کی دانائی
دلِ نادان سچ کہہ تو نے وہ دولت کہاں پائی

دو عالم کی نگاہوں سے چھپا ہی تو لیا میں نے
بالآخر ہو گیا پابند میرے دل میں ہرجائی

میں اکثر عرشِ اعظم کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا ہوں
فرشتے ہیں مری پروازِ الفت کے تمنائی

اگر جوشِ جنوں کا تجھ کو اندازہ نہ تھا ہمدم
تو کیوں مجھ سے قفس میں کہدیا آکر بہار آئی

سنایا جب کبھی اُمید نے افسانہ راحت
مرے مایوس دل میں درد بن کر ہی خوشی آئی

نظر میں جچ نہیں سکتا کسی کا حُسن اب ہمدم
جمالِ دوست کی دیکھی ہے میں نے شانِ یکتائی

فسانہ ہائے طوبیٰ سے مجھے دلبستگی کیوں ہو
کہ آنکھوں میں سمائی ہے کسی کے قد کی رعنائی

انھیں دیکھا تو آنکھوں میں لرز کر رہ گئے آنسو
بہت چاہا مگر لب تک شکایت کبھی نہیں آئی

بہل سکتا ہے اِس کے ہجر میں طرح ریحانہ
وہ وحشی دل کہ جس نے وصل میں راحت نہیں پائی

غزل

کریں خود قتل وہ نازو ادا سے
کہیں پھر مر گیا بیکس قضا سے

نہیں کرتے نظر یوں میری جانب
کوئی سمجھے نہیں دیکھا حیا سے

چھپایا مجھ سے مسجد میں بھی چہرہ
دعا ظالم نے مانگی اس ادا سے

رکھا دوشِ عدو پر ہاتھ اپنا
مجھے دیکھا جو آزردہ جفا سے

بنایا لغزشِ پا کو بہانہ (ق)

کہے کیا کوئی ایسے دلربا سے "

منالے اے اجل اب تو ہی آکر

نظر آتے ہیں وہ اب بھی خفا سے

نیازِ عشق کے لاکھوں فسانے

کہے میری جبیں نے نقشِ پا سے

وہ راضی ہوں تو یہ سارا زمانہ

خفا ہوتا ہے ہو جائے بلا سے

جبیں سے سُن لیا کیوں میرا قصّہ

خفا ہیں قیصری وہ نقشِ پا سے

نوٹ:- اشعار مندرجہ بالا ان فارسی شعروں کا ترجمہ ہیں

* مارا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت

خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

رفتم بہ مسجدے کہ ببینم جمالِ دوست

دست اش برُخ کشید دُعا را بہانہ ساخت

دست اش بدوشِ غیر نہاد از رہِ کرم

مارا چو دید لغزشِ پا را بہانہ ساخت"

غزل

"آمدِ صنم"

پرتوِ حسنِ ازل کیوں آج پیمانے میں ہے

ہر طرف چھایا ہوا اک نور میخانے میں ہے

کیوں جھکے پڑتے ہیں یارا آج پیمانوں پہ خم

سر بسجدہ آج کیوں ہر چیز خمخانے میں ہے

چومتے ہیں کیوں لبِ مینا کو خود اُٹھ اُٹھ کے جام

مے یہ کیوں کہتی ہے خوبی تو چھلک جانے میں ہے

کیوں کہا پیرِ مغاں نے ہاں لنڈھا دو خم کے خم
لطف ہی کیا میکشوں کو آج ترسانے میں ہے

کیوں اُبلتی ہے صراحی سے شرابِ انگبیں
جوش کیوں آخر ہر اک لبریز پیمانے میں ہے

شیخ نے کیوں آ کے کر لی بیعتِ پیرِ مغاں
محتسب سمجھا بھلائی رند ہو جانے میں ہے

پردۂ دنیا سے بھی ظاہر ہے حسن رنگ و بو
دلکشی سی کیوں عروسِ مے کے شرمانے میں ہے

چھن رہا ہے کیوں ہر اک پردے سے وہ مستور حسن
کیوں حقیقت کی جھلک دنیا کے افسانے میں ہے

آ رہا ہے قیصری شاید ہمارا وہ صنم
شانِ یکتائی مسلّم جس کی بتخانے میں ہے

غزل

⁂ خواجہ حافظ رح کے اشعار پر گرہ ⁂

تاریک ہر دو عالم مثلِ سیاہ نامہ
"اِنّی رَاَیتُ دَھراً فِی ھجرِکَ القیامہ"

تحریر داستانم بر اشکہائے رنگیں
"لیسَ الدُّمُوعُ عینی ھٰذا النّا علامہ"

گہ محتسب بیاید مارا چہ خوف باشد
"وَاللّٰہِ مَا رَاَینا حُبّاً بِلَا مَلامہ"

در ہجر دل بسوزد در قرب گم نگاہم
"فی بُعدِھا عَذَابٌ فِی قُربِھا نَدَامہ"

سر میخانہ نذرِ ساقی کردست ہوش و عقلش
"حتّٰی یَذُوقَ مِنہُ کاساً مِّنَ الکَرامہ"

غزل

نقش یہ پیرِ مغاں کا حکم میخانے میں ہے
"میکشو رسوائیٔ مست ہو جانے میں ہے"

محتسب بھی آگیا ہے کھنچ کے آخر ساقیا
کونسی ایسی کشش اللہ! تخانے میں ہے

شمعِ محفل سوزِ دل سے رات بھر جلتی رہی
پھر ہوا پیدا جو سوزِ عشق پروانے میں ہے

بے مزا ہوتا ہے تو اور میں سمجھ سکتا نہیں
فائدہ کیا تجھ کو ناصح! میرے سمجھانے میں ہے؟

کہہ تو سکتا ہوں میں ان سے حالتِ دل صاف صاف
لطف لیکن پردے ہی پردے میں کہہ جانے میں ہے

روک دیتا ہے زباں ان کی امانت کا خیال

راز ہمدم باتیں کرتے کرتے کھو جانے میں ہے

اس جہاں میں یادِ جاناں کے سوا کچھ بھی نہیں

قیصری! بس اک حقیقت سے افسانے میں ہے

غزل

(خواجہ حافظؒ کے آخری مصرعوں پر گرہ ہے)

دلِ بیخود ہے اور الفت کی وادی

"وَ رُوحِی کُلَّ یَوْمٍ لِی یُنَادِی"

رقیبوں کو نہ سُن میری طرف آ

"وَ اَوْصِلْنِی عَلٰی رَغْمِ الْاَعَادِی"

نہیں کرتا کنارے کی تمنا

"غَرِیْقُ الْعِشْقِ فِی بَحْرِ الْوِدَادِی"

ہے منزل دور اور تاریک رستہ
"تَوَکَّلْنَا عَلیٰ رَبِّ الْعِبَادِیْ"

خدا حافظ ہو بیکس قیصری کا
"بہ لَیْلَ الْمُظْلِم وَاللّٰہُ ھَادِیْ"

غزل

یا ذوقِ سجدہ گشت کم یا آستانش دور شد
یا من ندارم جذبِ دل یا دست ہم مجبور شد
حائل نگاہِ شوقِ من یا پردہ ہائے نور شد
یارب چگونہ آں رُخِ زیبا زمن مستور شد
از پرتوِ حسنش جہاں چوں زاہدا پرنور شد
ایں جائے حیرت نیست گر قلبم مثالِ طور شد

آخر نگاہِ سوئے من کرد ست از رحم و کرم
آخر ز امیدے دلِ مایوسِ من مسرور شد

در قیدِ خلوت می شود افزوں ترا زویرانہ ؎
زحمت مکن اے چارہ گر دیوانہ خود محصور شد

من طالبِ جنّت شدم زاہد برائے دوستم
وجہہ تسلّیٔ دلت لیکن خیالِ حور شد

چوں شد عیاں شانِ عطا برایں گدائے بینوا
مستغنیٔ ہر شے شدہ بر فقر خود مغرور شد

از رشک و غصّہ محتسب ہم می خورد خونِ جگر
ایں تشنہ لب چوں میکشِ خمخانۂ منظور شد

نزدیک ترا ز جانِ من لیکن نمی آید نظر
با ایں لطافت قیصری یارم زمن مستور شد

مثنوی

سنتے ہیں اک حقیر ذرّہ تھا　　ہو گیا عشق جس کو تارے کا

رات بھر شوق سے اُسے تکتا　　دن میں فرقت کے رنج سے مرتا

جذبِ الفت کی کھل گئی تاثیر　　مل گئی خوابِ عشق کی تعبیر

ذرّے نے سوئے نجم کی پرواز　　کر دیئے نجم نے بھی بازو باز

لامکاں میں ہوئیں ملاقاتیں　　دن سے بھی تابناک تھیں راتیں

آ گئی آخرش وہ ساعت بھی　　ہے جو تعبیر خوابِ الفت کی

سوچا تارے نے ذرّے سے الفت　　اس کی پستی کہاں مری رفعت

اُڑ گیا سوئے آسماں تارہ　　لوٹ آیا زمیں پر ذرّہ

اجنبی سی نظر جو آئی زمیں　　کسی صورت نہ پھر ہوئی تسکیں

یاد آتا تھا جب وہ دورِ وصال　　صبر ہو جاتا ایک امرِ محال

فکر تھی لیں یہ غم کے مارے کو کس طرح کھینچ لائے تارے کو

آخرش دل میں اس ذ سوچ لیا دوست نے ہی تو مجھ کو درد دیا

بے نیازی ہے حُسن کی فطرت وہ کرے رحم یہ کہاں فرصت

یار کی سمت چشم باز رہے

ناز واں اس طرف نیاز رہے

غزل

بیاہ نزدِ منِ بیکس و غریب نشیں

کہ نیک بخت شود ایں سیہ نصیب نشیں

شہاں نہ عار کنند از گدائے مفلس خویش

بعید شانِ کرم نیست ہاں قریب نشیں

اگر حبیب بہ غم خانۂ منی آید
دلا برو بہ در خانۂ رقیب نشیں

گذار چارہ گرم ایں مریضِ فرقت را
برو نہ بر سرِ بالین من طبیب نشیں

تلطفے بنما بر غریب ریحانہ
نگاہ کن ز کرم نزد من حبیب! نشیں

غزل

جو بے نقاب یہیں کوئی ہو گیا ہوتا
تو روز ایک نیا حشر یاں بپا ہوتا

ہمارے واسطے بھی مے میں کچھ مزا ہوتا
اگر یہ جام ترے ہاتھ سے ملا ہوتا

مجھے یقین ہے تاریک ہو گیا ہوتا
یہ غم جو مہرِ درخشاں نے بھی سہا ہوتا

اُبلتے خون کے چشمے ہر ایک پتھر سے
جو کوہسار سے بھی حالِ دل کہا ہوتا

نہ جانتا کوئی فرہاد و قیس و وامق کو
یہ رازِ عشق اگر دل میں چھپ سکا ہوتا

وہ مُسکرا ہی کے رہجاتے میری شکووں پر
مگر زبان سے دل بیوفا خفا ہوتا

نہ کرتے کاش وہ اس میں شریک غیروں کو
مرا ہی حصہ تغافل، ستم، جفا ہوتا

چھپا کے عشق کو رکھتے ہزار پردوں میں
وفا کے ساتھ اگر ظرف بھی ملا ہوتا

بدلتا نعمتِ فردوس سے ترے غم کو
جو شیخ درد کی لذت سے آشنا ہوتا
نہ اُٹھتا کاش کبھی کوچۂ محبت سے
ہمارا سر بھی مثالِ نشانِ پا ہوتا
بجا ہے جذبِ محبت پہ طنز ریحانہ
مگر وہ خود ہی چلے آتے گر تو کیا ہوتا

غزل

چوں گذر در کوچہ آم آں شاہِ خوباں می کند
در رہت جاروب خوں آلودہ مژگاں می کند

ہمچو لالہ خوں شدہ یا رب دلِ ویرانِ من
دوست ہمراہ رقیباں سیرِ بستاں می کند

دوش می گفتند ایں دیوانہ بس کم ظرف ہست
خود پریشاں می شود مارا پریشاں می کند

واعظا پیرِ مغاں گر درسِ اُلفت می دہد
ایں دلِ نادانِ من قصدِ دبستاں می کند

بود شہرِ آرزو در ابتدائے عشق دل
آہ اکنوں تلخی انجام ویراں می کند

چوں نگاہے می کند پروردگارِ عشقِ من
ایں پرستارِ وفا نذرِ دل و جاں می کند

ہم نشیں در راہ یارم از نگاہ سرسری
سنگ را الماس صحرا را گلستاں می کند

قیصری چوں من شوم آئینۂ انوارِ حُسن
ایں کرشمہ نوریاں را نیز حیراں می کند

نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضُ سے
ذرّۂ خاکی کی التجا

میں عجز و نور ہوں یارب سراپا نور فرما دے
مجھے غم سے چھڑا کر دائمی مسرور فرما دے

عطا زاہد کو غلمان و قصور و حور فرما دے
مرا حصّہ فقط دیدِ رُخِ پُر نور فرما دے

درِ پیرِ مغاں میری محبت کا ٹھکانہ ہے
یہاں کی خاک بوسی پر مجھے مغرور فرما دے

مرے مالک کسی کے چہرۂ انور کے صدقے میں
دلِ تاریک میں روشن چراغِ طور فرما دے

فنا فی اللہ اور باقی بحق فرماکے بیکس کو
مسیحا چارہ دردِ دلِ مہجور فرما دے
۲۴ وہ جب دیں حوضِ کوثر سے کسی کو بھر کے پیمانے
مجھے ان کی نگاہِ مست سے مخمور فرما دے
نہ دیکھوں میں کسی کو اور نہ کوئی پھر مجھے دیکھے
قبائے نور میں کچھ اس طرح مستور فرما دے
اُٹھا کر ایک پردہ حُسنِ عالم سوز کے رُخ سے
جہاں کو واقفِ اسرارِ کوہِ طور فرما دے
ہمیشہ میرے قابو ہی میں رکھ اس نفسِ سرکش کو
مگر اپنی اطاعت پر مجھے مجبور فرما دے
وہ میری التجائیں جو ابھی لب تک نہیں آئیں
انھیں بھی واقفِ اسرارِ دلِ منظور فرما دے

کچھ ایسے قیصری پر "نحن اقرب" کی تجلّی کر
کہ یہ فرقِ من و تو اس کے دل سے دور فرما دے

غزل

گو میکشی ز مینا و ساغر نمی کنم
کاریست توبہ زشیخ، کہ اکثر نمی کنم

ہر دم ز ظلمِ تازہ مرا قتل می کند
لیکن ز پائے یار جدا سر نمی کنم

جز چہرۂ حبیب نہ بینم رُخِ کسے
رسوا جبین عشق بہ ہر در نمی کنم

بردار آشکار کنم رمزِ عاشقی
"ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمی کنم"

منظورِ پاسِ خاطرِ یار است دل بسوخت
آہِ جگر گداز مگر سر نمی کنم

معراجِ شوق ہست کہ شد پائے بوس یار
ہرگز نظر بہ آں رُخِ انور نمی کنم

تقدیرِ من نوشتہ بہ چینِ جبینِ دوست
بر قسمتم قیاس ز اختر نمی کنم

گویم حدیثِ شوق بہ بلبل کہ عاشق است
اظہارِ غم بہ پیشِ گُلِ تر نمی کنم

آبِ حیاتِ عشق شدہ چوں نصیبِ من
ریحانہ حرصِ بختِ سکندر نمی کنم

غزل

سجدۂ پیش او کنم، آں بتِ حق نما کجا
نذر کنم متاعِ دل، شاہدِ دلربا کجا
بادہ ز ابر می چکد ساقیٔ مہ لقا کجا
نغمہ سرا ست عندلیب مطربِ خوش نوا کجا
جادواں شد ز یک نظر ناصحِ من فنا کجا
ساعتے نزد او کجا عمرِ گریز پا کجا
غازیٔ ساعتے کجا؟ کشتۂ صد جفا کجا
خنجرِ دشمنے کجا، ابروئے دلربا کجا
آہ بدشتِ بیخودی گم شدہ ہست راہِ من
طے بشود ز یک نظر ہادیٔ رہنما کجا

بیخودیم! مرا بدہ فرصتے تا بہ بہ بینمش
گفت کسے کہ آمدہ یار مگر کجا کجا

بگذری گر بہ کوچہ اش حرفِ زمن باو رساں
قاصدِ خود ترا کنم می روی اے صبا کجا

تا بہ فلک رسیدہ بود بر دلِ او اثر نہ کرد
اے دلِ من! بماندہ است نالۂ نارسا کجا

پیرِ مغاں بہ محتسب گفت مکن سیاستے
رندِ بلاکشم کجا، توبۂ ناروا کجا

بدر کجا کہ کم شود رو شنیش بہر دمے
ظاہر شود بہ شانِ نو آں رُخِ پُر ضیا کجا

می گزرند روز و شب وعدۂ خود وفا نہ کرد
بدر شدہ ہلالِ عید ابروئے کج ادا کجا

قیصری ہست خوش نصیب گشت ز سجدہ سرفراز
ورنہ جبینِ او کجا سجدۂ نقشِ پا کجا

غزل

پا بہ رکاب نہہ شہا گیر عناں قبا بپوش
دیر بماندہ ام براہ مضطر و منتظر خموش

راہزنِ قرارِ من دور زِ چہرہ کن حجاب
نزد بیا و رُخ نما، نذر کنم متاعِ ہوش

توبہ شکست گُل شگفت ساقی بدہ مئے الست
بادِ بہار می وزد میکدۂ خوشی بدوش

رند شدہ بہ میکدہ آمدہ ہست محتسب
چوں بہ شنید از لبِ ساقئ من صدائے نوش

مستِ شرابِ بیخودی ہست ز معنی بے خبر
ناصح بگو کہ ننگ چیست؟ گفتی کرا حواس و ہوش

خانۂ ہست دربرت پاک بکن شود حرم
حاجیٔ کعبہ در رہِ صدق و صفائے دل بکوش

دید عجیب ماجرا زاہدِ سنگِ دل بحشر
روئے سیاہِ قیصری دامنِ عفوِ پردہ پوش

غزل

اب کوئی در بھی درخورِ ذوقِ جبیں نہیں
جز آستانِ یار ٹھکانا کہیں نہیں

بس اتنی آرزو ہے کہ قائم رہے یہ درد
میں اور دعائے صبر مرے رب نہیں نہیں

ناصح ترے لئے یہ سمجھنا محال ہے
میں نامراد ہی سہی لیکن حزیں نہیں
جس نے حجابِ درد اُٹھایا نہیں کبھی
دنیا میں اس کے واسطے راحت کہیں نہیں
واللہ کچھ عجیب حکومت ہے عشق کی ؛
ہے کونسا وہ دل کہ جو زیر نگیں نہیں
آخر کو اس میں آنے لگا عکسِ رخِ نظر
اب کون کہہ سکیگا مرا دل حسیں نہیں
مجھ پر کیا ہے خضر نے یہ رمز آشکار
پیہم سفر ہے عشق میں منزل کہیں نہیں
یہ ہچکیاں ہوں موت ہی کی چارہ گر تو ہوں
ورنہ کریں وہ یاد یہ مجھ کو یقیں نہیں ؛

بے اختیار جھک ہی گئی در پہ قیصریؔ
شایانِ سجدہ ہائے وفا گو جبیں نہیں

فراق میں دُعا

(قطعہ)

کھویا ہوا سا مدعا، دورِ امید، سے اُداس
ہاتھ دراز، لب خموش، سوئے فلک نگاہِ یاس
ہاتھوں پہ اشک گر پڑے مانگنے جب لگا دُعا
بیکسیٔ فراق میں آتی نہیں امید پاس
میری دُعا پلٹ گئی جائے درِ قبول تک
آخرِ کار قیصریؔ ٹوٹ گئی ہر ایک آس

گفتم جہنم ہست چہ؟ گفتا کہ انکارِ من است

گفتم کہ فردوسِ بریں؟ گفتا کہ اقرارِ من است

گفتم بہ محشر آمدی؟ گفتا کہ دربارِ من است

گفتم مکن بہ من خفا، گفتا کہ ایں کارِ من است

گفتم نظر محجوب شد، گفتا نہانم از نظر

گفتم کہ شانِ احمدیؐ؟ گفتا کہ اظہارِ من است

گفتم براہِ من شو وگہہ ظلمتے گہہ روشنی

گفتا کہ نور و ظلمتش ہر دو ز انوارِ من است

گفتم بمن ظاہر بکن نفسم نہ گر خود می شوی

گفتا چرا ظاہر کنم؟ ایں ہم ز اسرارِ من است

گفتم چہ گونہ می شود قلبسم مثالِ آئینہ؟
گفتا نگاہے کردمم و ایں عکس رخسارِ من است
گفتم خلیفہ کردۂ ایں ذرہ خاکی چرا؟
گفتا مگر ایں ذرّہ واقفِ زاسرارِ من است
گفتم کہ روزِ وصل چہ؟ گفتا کہ نورِ خندہ ام
گفتم کہ سوزِ فرقتت؟ گفتا کہ ایں نارِ من است
گفتم کہ سرِّ سُبحانہٗ کجا؟ گفتا نہاں در دامنم
گفتم چرا بر او کرم؟ گفتا سیہ کارِ من است

الٰہی شرعِ محبت میں یہ گناہ نہ ہو
کبھی کبھی مرا جی چاہتا ہے آہ کروں

غزل

ہے یہ دعا کہ چوم لیں رشکِ قمر کے ہاتھ
ہیں برگ یادرازہیں گلہائے ترکے ہاتھ
دیکھیں گے اب کہ کس طرح ہوتی نہیں قبول
بڑھ کر دعا نے تھام لئے ہیں اثر کے ہاتھ
پروانۂ اجل ہی سہی یار کا تو ہے ٭٭
جی چاہتا ہے چوم لوں پیغامبر کے ہاتھ
چاہا تھا میرے دل کو سنبھالے کسی طرح
لیکن تپش سے جلنے لگے چارہ گر کے ہاتھ
الفاظ سے بیانِ غمِ دل نہ ہو سکا ٭٭٭
ممکن ہو گر تو بھیج دوں دل نامہ بر کے ہاتھ

امید اک ذرا سی توجہ اور سہی ؎

اٹھ جائیں نا امید قبول و اثر کے ہاتھ

کرتا ہے قتل غیر کو اب مجھ کو چھوڑ کر ؎

اللہ کیسے روک لوں بیداد گر کے ہاتھ

اس راہ میں سلامتیٔ جاں سہل نہیں

گر راہرو کو تھام نہ لیں راہبر کے ہاتھ ؎

دامانِ عفوِ دوست کہاں اور ملک کہاں

کریمانہ تھام لیتے ہیں اس کو بشر کے ہاتھ

کسی کے چہرۂ انور کی جانب جب نظر اٹھے

تو اک محروم نظارہ پہ دو آنسو بہا لینا

احترامِ عہد

٭ حضرت عبداللہ ابن مبارک اور ایک کافر کی جنگ ٭

ایک مرتبہ جہاد میں اک بندۂ خدا
کافر سے حق کے واسطے جنگ آزما ہوا
دوران میں نماز کا جب وقت ہو گیا
لیکر اماں کا قول ہوُا اک طرف کھڑا
رکھا صنم کو سامنے اُس بُت پرست نے
ناداں نے بُت کے سامنے سر کو جھکا دیا ٭
مومن نے ختم کر کے عبادت یہ فکر کی
موقع ہے اس کے سر کو کروں تن سے میں جُدا

"وعدے کرو تو اُن کو وفا بھی کیا کرو"

مومن نے گوشِ دل سے سنی حق کی یہ صدا

خنجر برہنہ آنکھ میں آنسو بھرے ہوئے

کافر نے کی نگاہ تو یہ اُس کا حال تھا

پوچھا تو سارا حال کہا حق پرست نے

"میرا کریم تیرے لئے مجھ سے ہے خفا"

اک چیخ مار کر وہ گرا حق کے سامنے

اُس بُت پرست نے جو سُنا سارا ماجرا

رو رو کے کہہ رہا تھا نہ مانوں میں کیوں اسے

دشمن کے واسطے جو خفا دوست پر ہؤا

غزل
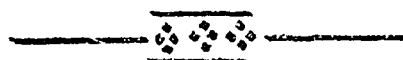
عرصۂ شد کہ او نہ کرد گوش بہ التجائے ما
آہ مگر نمی رسد نالۂ نارسائے ما

گشت عذابِ زندگی فکرِ دوا مکن طبیب
ہست وصال یا اجل نیست دگر دوائے ما

جام بہ غیر می دہد ساقیٔ من بلا طلب
آہ مگر نمی دہد قطرۂ مے برائے ما

واقفِ خارِ رہ شوند راہ روانِ سادہ دل
گر بشود نشانِ راہ خوں کہ چکد ز پائے ما

گفت حکایت و فسوں واعظِ بے خبر ندید
حشر کہ روز می شود دردِ دلِ بے نوائے ما

بدر نہاں شدہ بہ ابر سوخت ز رشک لالۂ
چوں بنمود جلوۂ شاہد مہ لقائے ما

پیر مغانِ ما کریم پُر ز شراب میکدہ
زاہد و محتسب بیا! عام شود صلائے ما

نیست بجز وصال تو کشتۂ عشق را صلہ
باغِ ارم نمی شود روزِ جزا بہائے ما

نالہ کرد قیصری گفت مریز خون من
گفت کہ قتلِ عاشقاں ہست مگر ادائے ما

غزل

الفراق اے ہجر و فرقت ہو گیا حاصل حضور
گم کئے دیتا ہے مجھ کو اس رُخِ تاباں کا نور
خود کو میں محروم سمجھا یہ نظر کا تھا قصور
ہو نیازِ عشق تو وہ آستانہ کب ہے دور؟
پڑ گئی ساقی کی بادہ ریز آنکھوں پر نظر
گر پڑا زاہد بھی ہو کر نشۂ اُلفت میں چور
اُن کی پڑ جائے نظر تو جل اُٹھے پتھر کا دل
یہ زبانِ حال سے کہتا ہے ناصح کوہِ طور
وعدۂ دیدار لایا سوئے محشر کھینچ کر
ورنہ کیا سرشارِ اُلفت کو جگا سکتا ہے صور؟

چشمِ ساقی سے مئے اُلفت ہوئی دو آتشہ

کیوں رہے منت کشِ جام و سبو میرا سرور؟

لاکھ شب بیداریاں ہوں یا کہ صد ہا رکعتیں

اُن سے بہتر ہے وہ سجدہ جس میں حاصل ہو حضور

یوں ہی جنت میں اگر اُلجھی رہی زاہد نظر

ہو نہ جائے چہرۂ انور کا پردہ فکرِ حور

حضرت موسیٰ تو تھے بے ہوش ریحانہ مگر

رکھ لئے چپکے سے میرے دل نے شعلہائے طور

غزل

دل پہ کیا یار کی نگاہ نہیں

کیا مرے داغ رشکِ ماہ نہیں

قابلِ عفو گو گناہ نہیں

کیا ترا رحم بے پناہ نہیں

شکر ہے تنگ دل نہیں زاہد

گر تری طرح بے گناہ نہیں

داغ فیضِ نظر سے ہیں روشن

آج تاریک میری راہ نہیں

ضبطِ غم کا عجب کرشمہ ہے

دل میں شعلے ہیں لب پہ آہ نہیں

شانِ رحمت کو دیکھ کر اکثر

شکر کرتا ہوں بے گناہ نہیں

سرخ رو کر دیا ہے قاتل نے

قیصری اب میں روسیاہ نہیں

"نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز"

رونق فزائے ہند تھے محبوب کبریا
جود و سخا سے آپ کے واقف ہر ایک تھا
آکر کسی نے عرض کیا ہوں بہت غریب
فرمایا آج جو بھی ملے وہ ترا نصیب
کچھ اتّفاق تھا نہ ہوئی کوئی شے وصول
دو دن گذر گئے تو وہ سائل ہُوا ملول
دیدی جناب نے اُسے جوتی اتار کر ؛؛
فرمایا خیر اس سے ہی کر لیجیو گذر
سائل یوں شاد ہو گیا نعلین پاک سے
لے لیگا قدر دان سے گہر اس کی خاک سے

لیکر چلا ادب سے وہ جھولی میں ڈال کر

خسروؒ بھی آرہے تھے ادھر کرکے طے سفر

دیکھا کہ آرہا ہے دیارِ حبیب سے

فرمایا حالِ دوست بتا دو غریب سے

کی عرض آرہا ہوں ابھی خانقاہ سے

آیا ہوں دیکھ کر آنکھیں اپنی نگاہ سے

بیتاب ہوکے کہنے لگے کچھ تو ہے نہاں

خوشبوئے یار سے ہے معطّر مشامِ جاں

سائل یہ شوق دیکھ کے بولا کہ "راہرو"

ہے چیز وہ نہ دوں گا میں لیکر بھی سَو دو سَو

جھولی میں میرے پاس وہی نعل پاک ہے

سرتاج بادشاہِ جہاں جس کی خاک ہے

دینار بیں لاکھ ملے تھے جو آپ کو ؎

قدموں پہ سب کو ڈال کے بولے کہ اب تو دو

سائل رقم کو دیکھ کے دل شاد ہو گیا ؎

نعلین سر پہ رکھ کے خریدار بھی چلا

اس بیخودی میں آ ہی گیا آستانِ یار

دی آپ نے صدا کہ یہ حاضر ہے بیقرار

اندر سے ہی جواب ملا خوش نصیب ہو

تم با ادب ہو رحمتِ حق سے قریب ہو ؎

دیتا ہوں تم کو رفعتِ درجہ کی میں نوید

خسروؒ! کہ نعلِ پیر کو ارزاں کیا خرید

خسروؒ نے عرض کی کہ فدا تجھ پہ میری جاں

لیتا میں اس کو دیکے دل وجان و کُل جہاں

تیری رحمت میں کیا کمی ہو جائے؟ — مجھ پہ گر فضل آج ہی ہو جائے

دیکھ کر ان کو بیخودی ہو جائے — خود مری ذات اجنبی ہو جائے

کاش ان کو نہ ہو کوئی زحمت — اور مری دل کی بھی خوشی ہو جائے

چشمِ ظاہر سے بھی ترا دیدار — کاش ہو جائے اور ابھی ہو جائے

ہو نہ ایسا کہ دل کو تڑپانا — آج پھر ان کی دل لگی ہو جائے

کھینچ لے کاش جذبِ دل ان کو — کاش اب دور بےبسی ہو جائے

کاش پوری کسی کے صدقے میں
یہ تمنائے قیصری ہو جائے

⁂ ⁂ ⁂

(خواجہ حافظ رحمہ اللہ کی ایک مشہور غزل کے ہر آخری مصرع پر گرہ)

"الا یا ایہا السّاقی ادِر کاساً وّ ناولہا"
کہ بے آبِ حیاتِ عشق مُردہ میشود دلہا

نظر سوئے شکستہ پا بکن اے رہنمائے من
"کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا"

مکن جرأت ہوسناکی زلطفِ ابتدا ہرگز
"کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا"

ببیں ایں اضطراب من بپرس از پیچ و تاب من
"ز تابِ جعدِ مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا"

بدہ خود را بدستِ پیر چوں مردہ بہ غسّالے
"کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا"
اگر خواہم کہ می سازم مقامِ منزل راہم
"جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا"
فنا حاصل شود مارا زہر موجے کہ برخیزد
"کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا"
بپرس از راز دانِ من کہ گوید داستانِ من
"نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا"
بکن ترک خودی گر قیصؔری قربِ خدا خواہی
"مَتٰی مَا تَلْقَ مَنْ تَہْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَ اَہْمِلْہَا"

غزل

منطق و بحث و فقہ چوں بہ دبستاں رسید
جامِ حقیقت نما بر کفِ رنداں رسید
آتشِ لالہ فسرد، لال شدہ عندلیب
سوختۂ برقِ حسن چوں بہ گلستاں رسید
محو شدہ مولوی کرد فراموش درس
راہزنِ عقل و دیں چوں بہ دبستاں رسید
شرم بکش چشمِ نم گفتہ نہ ام از لبم
قصۂ حالِ دلم بر لبِ یاراں رسید
تا بہ دلش نالۂ می نرسد تا بہ کے؟
آہ دلم خوں شدہ بر سرِ مژگاں رسید

کرد تعجب ملک، جست نشانش فلک
آہ بہ آں خلوتے حضرتِ انساں رسید

ظرف بدہ ہم مرا عشق اگر دادۂ
حیف کہ افسانہ ام برلبِ طفلاں رسید

زخم ز فرطِ خوشی برلبِ او بوسہ داد
چوں بہ دلِ ریشِ من قیصریؔ پیکاں رسید

غزل

الٰہی! کم مرا غم ہو گیا ہے؟
کہ دل ہی روتے روتے سو گیا ہے

نہ جانے پڑ گیا ہے عکس کس کا؟
کہ دل یوں نقشِ حیرت ہو گیا ہے

دُعا کا بیخودی میں ہوش کس کو ؏

کہ اب تو مدّعا ہی کھو گیا ہے ؏ ؏

نہیں خود مجھ پہ کھُلتا حال میرا

"خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے"

خیالِ یار چھپکر دو جہاں سے

تری آغوش میں دل سو گیا ہے

نہیں لاتا جوابِ نامہ قاصدؔ

وہیں کا ہو رہا ہے جو گیا ہے

نہ جانے قیصرؔی کیا ڈھونڈتا ہوں

میں خود گم ہوں کہ دل ہی کھو گیا ہے؟

غزل

(ہندی)

اب پریت کے اندھے راجہ نے اس من کا راج سنبھالا ہے

اُس ٹوٹی نیا کا مولا اب تو ہی کھینے والا ہے

میں گر پڑتا لیکن مجھ کو یہ کہہ کے گرو نے سنبھالا ہے

جس کو نہ رہے سدھ بدھ اپنی وہ کیسا پینے والا ہے!"

سنسان گلی رُت اندھیاری اور گھر سے پاؤں نکالا ہے

جو دھیان رہے اس مکھڑے کا تو چار طرف اُجیالا ہے

اب دن جو پھریں اور وہ آئیں یہ کہکر چرنوں پر ڈالوں

جو نیر بہے تھے برہا میں یہ ان کی ٹوٹی مالا ہے"

یہ جنگل ہے گھر مت سمجھو، چُپ چاپ بس اپنی راہ چلو

ہاں دھیان سے پردیسی دیکھو! یہ جگ مکڑی کا جالا ہے

میں نگری نگری ڈھونڈھ چکا، لیکن وہ پریتم مل نہ سکا

اب اپنے آپ کو پا جاؤں تو سمجھو ڈھونڈھ نکالا ہے

ہے اس سے نپٹنا سہل اگر کھُلّم کھُلّا بیری ہو کوئی

اے میرے گرو میرا تو پڑا گھر کے بھیدی سے پالا ہے

اب ٹھنڈا کر ان نینوں کو، اب آ کے سما جا ہردے میں

تو میرے نینوں کی ٹھنڈک تو میرے من کا اُجالا ہے

جو روکے ان کا بننے سے جو بگڑے پیا کے ملنے سے

تن اجلا بھی ہو سَر پیچاں نہ تو ہردے اس کا کالا ہے

غزل

فزوں ہر روز ہے تیری محبّت

کچھ ایسا سوز ہے تیری محبّت

جُھکی جاتی ہیں پابوسی کی نظریں
ادب آموز ہے تیری محبّت

نہیں لب آشنائے راز ابتک
وہ پنہاں سوز ہے تیری محبت

بھر آئے غیر کی آنکھوں میں آنسو
عجب دلدوز ہے تیری محبت

جلایا **قیصری** ہر ماسوا کو ؁
غمِ جانسوز ہے تیری محبّت

قطعات

کون رکھے دل میں اب غم پال کے
غم بھی اس بازیچۂ اطفال کے
"ساقیا برخیز و درده جام را"
ہاں مگر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے

تیرے غم میں ایک مدّت روچکی
اپنے دل کی ساری طاقت کھوچکی
ہاتھ دھولے مجھ سے اے دنیا کہ اب
قیصری جس کی تھی اُس کی ہوچکی

مصحفِ رُخ ہے یا قرآن   کُلَّ یومٍ ھُوَ فی شان
پڑجائے جو رُخ پہ نظر   تازہ کرتی ہے ایمان

لاکھ ادائیں اور اک جان
کس کس پر کر دوں قربان
لکِّس لّمِشْاۂ ایک ادا
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْن

***

نت نئی اُن کی ادا ہر آن
کلّ یوم ہو فی شان
نقشِ محبّت ہے محفوظ
یہ مرا دل ہے یا قرآن

***

یاد آئی مگر شکوں کے ساتھ
ہوش قائم رہا جنوں کے ساتھ
آج پھر حال کچھ دگرگوں ہے
پارۂ دل ہیں اشکِ خوں کے ساتھ

غزل

میں جانتا ہوں جو مشکل ہے عشق میں درپیش
مگر یہ دل ہی نہیں آہ مصلحت اندیش

کیا حبیب نے شعلوں میں وعدۂ دیدار
خلیل کو دپڑا آگ میں بلا پس و پیش

ہے ذوقِ بادہ سے محروم عصرِ نو ساقی
"قدح بیار و بزن مرہمے بریں دل ریش"

صلائے عام تھی لیکن کوئی اُٹھا نہ سکا
وہ بار لے لیا جاہل نے ہی بلا پس و پیش

بجا ہے یہ کہ بہت جلد باز ہے انسان
نظر اُٹھی بھی نہ تھی اور کر دیا دل پیش

یہ محو دید کو فرصت کہاں ملے زاہد!
کہ تاجروں کی طرح دیکھتا پھرے کم و بیش
خدایا مجھ کو نہ سننا پڑے یہ غیروں سے
درِ کریم سے محروم ہی گیا درویش
بجا کہ حفظ کلامش بکردۂ حافظ!
نگاہ دار مگر نقش عشق در دلِ خویش
ہے نام کفر خلوص و ادب کا سرِ میخانہ
"زہے طریقت و ملت زہے شریعت و کیش"

غزل

بارشِ نورِ حُسن پیہم ہے
آج دل کا عجیب عالم ہے
آہ غماز چشمِ پُرنم ہے
ورنہ ظاہر نہ ہو مجھے غم ہے
سامنے ہے وہ چہرۂ روشن
اور ہر شے جہاں کی مبہم ہے

جو کیا تھا ازل کے دن اُن سے
عشق میرا وہ عہدِ محکم ہے

نوریوں کو خبر نہیں شاید
ذرّۂ خاک ان کا محرم ہے

پہلے ہنستے تھے غیر بھی مجھ پر
اور اب چشمِ دوست بھی نم ہے

چارۂ درد بھی کوئی کرتا
پرسشِ غم تو خیر ہر دم ہے

فکرِ دنیا کو دوں جگہ ناصح ؟
کیا غمِ عشق دل میں کچھ کم ہے ؟

گاہ محفل ہے اور پریخانہ
گاہ صحرا جنوں کا عالم ہے

میں ترے قربان یہ کیسی ادا تھی ساقیا
غیر نے جامِ مے پیا ہم نے خونِ دل پیا

تیرے اک آنسو نے ظالم! کیا بتاؤں کیا کیا

"خون کے قطرے نے میرا خون پانی کر دیا"

بہہ گیا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کے اک آنسو کیساتھ

"خون کے قطرے نے میرا خون پانی کر دیا"

زور سے اکبار دل دھڑکا نگاہیں جھک گئیں

نام ان کا برسرِ محفل اگر میں نے لیا

شیخ! کیوں اخلاص میں رندوں کو ہی یہ قیل و قال

بے نیازِ ہوش واقف ہی نہیں کیا ہے ریا

آگیا جوشِ جنوں میں بھی خیالِ رازِ عشق

چاک کرکے اپنا دامن آپ ہی میں نے سیا

چھوڑ دے للہ مجھ عاصی کو اپنے حال پر

تجھ سے پوچھا جائیگا کیا شیخ! جو میں نے کیا؟

ہے دلِ ویراں میں کچھ امیدِ ریحانہ مگر
جس طرح گورِ غریباں میں کوئی ٹوٹا دیا

نعت شریف
(تضمین)

زاہد نہ فکر کر مرے حال تباہ کی
اس نے اگر ہماری طرف اک نگاہ کی
مٹ جائیں گی سیاہیاں روئے سیاہ کی
"دل تھام کر فراقِ نبی میں جب آہ کی
پروانہ بن کے جل گئیں فردیں گناہ کی"

یہ جانتے ہیں ہم بھی کہ تھے آپ بھی بشر
یوحیٰ الیّ کیوں نہیں پڑھتے یہ بے بصر
ان کے مقام تک نہیں ادراک کا گذر

"بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر"
یہ شان ہے حضورِ رسالت پناہ کی"

اس روز میرے کام نہ آئیں گے ہاتھ پاؤں
میرے گناہ مجھ کو جتائیں گے ہاتھ پاؤں
مجھ کو عذاب سے نہ چھڑائیں گے ہاتھ پاؤں
"محشر میں اپنے فعل بتائیں گے ہاتھ پاؤں
اثباتِ جرم کو نہیں حاجت گواہ کی"

پروازِ شوق ہو تو پہنچ جائیں قیصری
ورنہ یہ زندگی ہے بھلا کوئی زندگی
بے کیف و ذوق و شوق جو دنیا میں کٹ گئی
"کعبہ کا عزم ہے نہ مدینے کا اے غنی
تو نے تو کوئی بات نہ کی راہ راہ کی"

دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)

زمیں یہاں کی فلک سے بڑھ کر ۔۔۔ چھپا ہے اس میں وہ جسمِ اطہر

یہیں کے کوچے ہوئے معطّر ۔۔۔ انھیں سے گذری تھی میری سرورؐ

خلیلؑ کی جا ہے شہر مکہ ۔۔۔ یہ ہے مدینہ حبیبؐ کا گھر

وہاں ہے زمزم کا ایک چشمہ ۔۔۔ یہاں وہؐ خود جس کو بخشا کوثر

ہے گرچہ امّ القریٰ میں کعبہ ۔۔۔ بنا یہ دینِ متین کا گھر

جو شمع روشن ہوئی حرا میں ۔۔۔ یہیں سے چمکی وہ مہر بنکر

نجات یاں مومنوں نے پائی ۔۔۔ ہوئے یہاں آکے شاد سرورؐ

جو چھوڑ کر آ گئے تھے سب کچھ ۔۔۔ وہ لوٹے فتح مبین لیکر

کہا جسے بدر نجمیوں نے ۔۔۔ یہیں تو چمکا وہ روئے انورؐ

شرف ملا پاؤں چومنے کا ۔۔۔ یہاں کے ذرّے ہیں رشکِ اختر

اسی[1] کے رستے میں ہی وہ مسجد — ہے جس کی بنیاد اتقا پر

یہیں[2] وہ مسجد ہے جسمیں سجدہ — ہزار ہا رکعتوں سے بڑھ کر

حرم کو بھی جس کی آرزو تھی — جھکا تھا اس کی زمیں پہ وہ سر

یہیں گہر ہائے نور برسے — یہیں ہے میری نبی کا منبر

یہیں تھے صدیقؓ اور عمرؓ بھی — یہیں تھی عثمانؓ اور حیدرؓ

یہیں ہے جنت کی شاہزادی — یہیں ہی حضرت حسینؓ کا سر

ہماری ماں عائشہؓ یہاں ہیں — وہ یار غارؓ نبیؐ کی دختر

یہیں کی جنت میں چھپ گئے ہیں ؛

مثال انجم ہزاروں گوہر

میں زندگی دے کے قیصری لوں

ملے یہاں کی جو خاک مر کر ؛

---

[1] مسجد "قبا" مراد ہے۔ [2] مسجد نبوی

"غریبم یا رسول اللہ غریبم"

تضمین

(صد)

بعید از دو جہاں از تو قریبم
مگر دورم زیثرب بد نصیبم
مریضم نیست جز وصلت طبیبم
"غریبم یا رسول اللہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم"

شفاعت کا ذرا انداز دیکھو
کہ مجھ پر رشک آیا نوریوں کو
بُرا ہوں میں جو کچھ جی چاہے کہہ لو
"بریں نازم کہ ہستم اُمتِ تو

گنہگارم ولیکن خوش نصیبم"

پہنچ جاؤں مدینے ہے یہ اُلجھن
نہیں وحشت میں فرقِ دشت و گلشن
خرد سے ہو گئی ہے دل کی ان بن
"شود سودائے احمدؐ در سرِ من
غریبم در فراقِ تو غریبم"

گنہگارے بخود کردہ جفائے
ترے در سے کہاں اب اُٹھ کے جائے
شفاعت کے لئے کس کو بلائے
"مرض دارم زعصیاں لا دوائے
مگر الطافِ تو باشد طبیبم"

ترے روضے سے ہے ہندوستاں دور

میں بیچارہ مقفّس اور مجبور
مجھے بارِ الم نے کر دیا چور
"زگلزارِ رخت محروم و مجبور
پریشان زار و نالاں عندلیبم"

تضمین

یہ آرزو تھی کہ قاتل بنے جو تو میرا
حنا کی طرح قدم چوم لے لہو میرا
مگر یہ دیکھا کہ خنجر ہے اور عدو میرا
کبھی نہ تر ہوا خنجر سے یہ گلو میرا
ہوا یہی کہ ہوا خونِ آرزو میرا"
کرایا حق نے فرشتوں سے بھی اسے سجدہ

بنایا اس کو امیں رازہائے فطرت کا
مگر وہی تھا جو جنت سے یوں نکالا گیا
گرا جو دامنِ گلچیں پہ گُل نے رو کے کہا
"کہ میری جان کا دشمن تھا رنگ بو میرا"

وہ بیخودی ہے کہ پہروں خیال کرتا ہوں
خدایا کون ہے وہ جس کے غم میں مرتا ہوں
یہ درد کیسا ہے کیوں آہِ سرد بھرتا ہوں
"ہے اپنے گم شدہ دل کی تلاش ڈرتا ہوں
مجھی کو گُم نہ کرے ذوقِ جستجو میرا"

بجھے چراغ تمنا نہ غم کی آندھی سے
ترے خیال سے شاید کسی طرح بہلے
خدا کے واسطے اے بیخودی یہ فرصت دے

"چنا کروں میں تصور میں گُل تمنّا کے

ہرا بھرا رہے یہ نخل آرزو میرا"

کھلا نہ رندی و مستی کا محتسب پر راز

تھا میکدے میں مرے سامنے بُتِ طنّاز

کیے ہیں عالم مستی میں سجدہ ہائے نیاز

"ادا ہوئی ہے سیہ مستیوں میں اپنی نماز

شرابِ ناب سے برسوں رہا وضو میرا"

یہ چرخِ پیرِ مغاں سے ہلے ہلے نہ ہلے

ہے تار تار گریباں سلے سلے نہ سلے

دلِ فسردہ خوشی سے کھلے کھلے نہ کھلے

"نشانِ منزلِ جاناں ملے ملے نہ ملے

مزے کی چیز ہے یہ ذوقِ جستجو میرا"

افسانۂ حُسن

(نعت شریف)

پردۂ شمس والضحیٰ تیرا افسانۂ حُسن
ہے یہ جنّت بھی ترا جلوۂ مستانۂ حُسن
تیری آنکھوں میں چھپایا گیا میخانۂ حُسن
تیری ہر ایک نظر جرعۂ میخانۂ حُسن
تو ہے فانوسِ ازل کا وہ چراغِ روشن
چرخ پر مہرِ منوّر ہوا پروانۂ حُسن
پرتوِ رُخ کی تجلّی کی نہ ہو تاب اگر
تو تو کیا پردہ اُٹھا دے ترا دیوانۂ حُسن

ایسے دیوانے کبھی ہوش میں آتے ہی نہیں
تیری آنکھوں سے ملا ہو جسے پیمانۂ حُسن

پیکرِ نوریں بھی آتشِ اُلفت بھڑکی
بن گئے رُوحِ امیں بھی ترے پروانۂ حُسن

تجھ کو عقبیٰ میں تو بخشا گیا حوضِ کوثر
اور دُنیا میں ہیں آنکھیں تری میخانۂ حُسن

غیر سے کہہ کے رقابت میں کروں کیوں پیدا
آ کہ تجھ سے ہی میں کہدوں ترا افسانۂ حُسن

ہو کے بیتاب کہ اندازِ شفاعت دیکھے
اُٹھ کے مرقد سے چلا قیصری دیوانۂ حُسن

⁂

غزل

للہ میرے عشق کو رسوا نہ کیجئے
یہ آپ ہی کا راز ہے افشا نہ کیجئے

کم ظرف مجھ غریب کو سمجھا نہ کیجئے
غیروں کو دیکھ کر مجھے دیکھا نہ کیجئے

آجائے میرے لب پہ نہ ما اعظم شافی
"اتنے قریب سے مجھے دیکھا نہ کیجئے"

اپنا وجود غیر ہے اب خود مری لئے
جب تک میں آپ میں ہوں آیا نہ کیجئے

غیروں پہ شوق سے ہو کرم ہاں مگر مجھے
جب قصد ہو جفا کا تو بھولا نہ کیجئے

کافرہے کون آپ کے اعجاز کا مگر
بیمارِ دردِ عشق کو اچھّا نہ کیجئے

کم ظرف ہوں زباں پہ فریاد آنہ جائے
مجبور کیجئے مگر اتنا نہ کیجئے

خلوت میں دردِ عشق سے تڑپائیے مگر
محفل میں سب کے سامنے رسوا نہ کیجئے

کٹ جائیں دن فراق کی اس انتظار میں
وعدہ ہی کیجئے اگر ایفا نہ کیجئے

مدت ہوئی کہ اس کو نہیں ہوش دید بھی
ریحاؔنِ غریب سے پردا نہ کیجئے

غزل
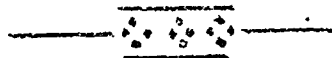
حضورِ غیب کا پردہ اُٹھا لیا میں نے
نظر وہ آئے تو دل میں چھپا لیا میں نے

فرشتے میری جسارت پہ اب بھی حیراں ہیں
کہ بارِ عشق کو کیسے اُٹھا لیا میں نے

لطیف تر ہے جو نظروں کی بھی رسائی سے
اُسی کو عرش پہ دل کے بٹھا لیا میں نے

یہ خوف تھا کہ کہیں غیر کی نظر نہ لگے
ترے خیال کو دل میں چھپا لیا میں نے

جفا کا شوق تھا میری وفا کو کچھ اتنا
کہ ان کو ظلم بھی کرنا سکھا لیا میں نے

مرا وجود بھی گُم ہو گیا ہے جلوؤں میں
الٰہی کون سا پردہ اُٹھا لیا میں نے

شرابِ عیش و طرب کی طرف جو غیر بڑھے
تو جامِ تلخِ محبت اٹھا لیا میں نے

مجھے ہے اُن سے محبت تو کیوں بگڑتی ہے
کوئی یہ پوچھے کہ دُنیا کا کیا لیا میں نے

مٹا کے دل سے تمنا ہوں شاد ریحانہؔ
کہ اس کو غیر کی زد سے بچا لیا میں نے

ولہٗ

گلشن میں عیاں وہ ہر سو ہے
پھولوں میں اسی کی خوشبو ہے

خاموش ہیں جب گل، بلبل نالاں
وہ اس کی، یہ میری خو ہے

نعت شریف (تضمین)

مظہرِ حق اُن کا رُخِ انور صلی اللہ علیہ وسلم
سارا جہاں ہے اُن سے منور صلی اللہ علیہ وسلم

فاقوں پہ فاقے پیٹ پہ پتھر صلی اللہ علیہ وسلم
"رحمتِ عالم میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
مالکِ دُنیا شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم"

آپ پہ نازاں سارے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے آخر اور سرِ دفتر صلی اللہ علیہ وسلم

حق نے فضیلت دی ہی سب پر صلی اللہ علیہ وسلم
"سب سے اعلیٰ سب سے برتر صلی اللہ علیہ وسلم
آن پڑا ہوں آپ کے در پر صلی اللہ علیہ وسلم"

آپ ہیں حامدؐ آپ محمدؐ آپ ہیں قرآں آپ ہیں طہٰؐ

آپ سے کم ہیں سرورِ عالمؐ حُسن میں یوسفؑ زہد میں یحییٰؑ

دور سے ہیں موسیٰؑ سے باتیں آپ سے ہیں اوحیٰ ما اوحیٰ

"طور پہ پہنچے حضرتِ موسیٰؑ، چرخ چہارم پر ہیں عیسیٰؑ

آپ گئے ہیں عرشِ بریں پر صلی اللہ علیہ وسلم"

نورِ ہدایت پھیلا ہر سو، جب ظاہر دنیا میں ہوا تو

اچھی صورت اچھی ہر خو، پہنچی سب تک خلق کی خوشبو

حق کی کماں ہیں تیری ابرو، نازک لب پر ہو اللہ ہو

"شمس ہو رُخ دائیں ہیں گیسو، مُشک سے بڑھکر جن کی خوشبو

مُہرِ نبوت پشت کے اوپر صلی اللہ علیہ وسلم"

ظاہر ہو محبوب خدا کا، تھا یہی خلقِ جہاں کا منشا

مکّے ہی میں بنا یا کعبہ، بنی تھی پیدائش کی جا پہ

خوشخبری دی روح اللہ نے حق سے خلیل خدا نے مانگا

آدمؑ سے تا عیسیٰ مریمؑ جتنے نبی حق نے کئے پیدا

سب نے خبر دی آپ کی آکر صلی اللہ علیہ وسلم"

آپ پہ مائل صانعِ مطلق، ایسی بنائی صورت اچھی

مانتے ہیں یہ دشمنِ جانی، ہے حضرت کی سیرت اچھی

حق نے کہا ہے اُسوہ کامل ایسی خصلت عادت اچھی

"صورت اچھی، سیرت اچھی، عادت اچھی، خصلت اچھی

نورِ خدا ہیں آپ سراسر صلی اللہ علیہ وسلم"

حق نے تمھیں محبوب بنایا، تم کو اپنے پاس بلایا

تم کو بتایا جو بھی بتایا، تم کو دکھایا جو بھی دکھایا

وصل میں بھی اُمت نے رلایا، رو کر رب سے معاف کرایا

شافعِ اُمت حق نے بنایا، تاجِ شفاعت سر پہ سجایا

عرشِ بریں پر تم کو بلایا صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے کلامِ پاک میں اُس نے سب کو تری تعظیم سکھائی

ہاتھ سے تیرے مارا خدا نے جب ہوئی حق باطل کی لڑائی

غیرتِ حق کی برق بنی وہ تو نے نظر جس سمت اُٹھائی

"دشمنِ دیں نے طعنے دیے جب حق نے تشفی یوں فرمائی

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر صلی اللہ علیہ وسلم"

دشمن سے تکلیف جو پہنچی اس پہ ہدایت ہی کی دعا کی

پائی خبر جب مرگِ اُبَی کی اپنی قمیصِ مبارک بخشی

آپ کے سائل تھے کافر بھی آپ کے مہماں ہوتے یہودی

"دشمن کی بھی بات نہ ٹالی یکساں سب پر چشمِ کرم تھی

خُلقِ مجسّم رحیم سراسر صلی اللہ علیہ وسلم"

اب دوری کے غم سے چھڑالو، ریحانہ کو مدینہ میں جادو

صبر نہیں آتا اس دل کو، فرق حضور و غیب مٹا دو

مجھ کو شرابِ عشق پلاؤ، ہوش کا بھی انداز سکھا دو

ہند سے اپنے پاس بلا لو، گنبدِ خضرا اس کو دکھا دو

چشمِ کرم ہو اب تو آثر پر صلی اللہ علیہ وسلم

غزل

عشق میں اور ہے ہی کیا، شکوۂ جورِ یار کیوں؟

نالۂ آسماں رسا، اے دلِ بیقرار کیوں؟

دل ہی ہے میرا بیوفا، کیوں کیا شکوۂ جفا

تم پہ یہ جان و دل فدا، ہو گئے شرمسار کیوں؟

جب ترا سامنا ہوا، دل میں چھپا کے رکھ لیا

مجھ کو فغاں سے کام کیا، ہو نہ مجھے انتظار کیوں؟

بیخودِ انتظار تھا، غیر کے آگے جھک گیا

شرک یہ کیوں ہوا بھلا، سر ہوا داغدار کیوں؟

حال اگر خراب تھا، ان سے یہ جا کے کیوں کہا

اے مرے چارہ گر بتا، وہ ہوئے اشکبار کیوں؟

قیصری مجھ سے دل خفا، دل سے مسرتیں جدا

میرے لئے رکھا ہے کیا، آئی ہے اب بہار کیوں؟

غزل

کوئی[1] خواہش نہ تھی ایسی جسے میں نے نہ کم کر دی
تری مرضی کے آگے میں نے گردن اپنی خم کر دی

بھری محفل میں رسوائی مری اے چشم نم کر دی
لٹا کر اپنے موتی قیمتِ غم تو نے کم کر دی

ہے[2] تو وہ جس پہ کر دوں جان و دل قربان اور سب کچھ
میں وہ ہوں جس پہ تو نے ہر ادا اپنی ستم کر دی

الٰہی صورت گلہائے خنداں خوش رہے ہر دم
وہ جس کے غم میں میں نے زندگی نذرِ الم کر دی

---

[1] و [2] یہ دو شعر میاں ادام اللہ فیوضہم کے عطا فرمائے ہوئے ہیں ؛

خلافِ عشق کردم نالہ و فریاد پیشِ تست تو
رضائے تست اگر بر بندہ جور و ستم کردی

جو نکلا تیر ترکش سے اُسے دل میں رکھا میں نے
اُٹھائی تو نے جب تلوار گردن میں نے خم کردی

ہمارے دل کو اُس نے بخشدی جب دولتِ الفت
متاعِ زہد و تقویٰ ہم نے بھی نذرِ صنم کردی

نخواہم شرکتِ اغیار در جور و جفایت ہم
جفائے کردہ ای بر من کہ بر غیرم ستم کردی

ترے دیدار ہی کی ایک حسرت دل میں باقی تھی
تو وہ بھی ختم ہم نے درد الفت کی قسم کردی

غمِ دنیا کو میرے دل سے کیا نسبت تھی محزونؔ
غمِ جاناں نے شاید کچھ توجہ اپنی کم کردی

رسوا نہ کر مجھے یوں اے بیخودی خدارا

اپنا ہی نام لیکر میں نے اُسے پکارا

اے ضبطِ عشق تو نے کیسے کیا گوارا

اغیار کے لبوں پر اور ذکر ہو ہمارا!

ہر فکرِ ماسوا نے مجھ سے کیا کنارا

تیرے خیال کا جب میں نے لیا سہارا

رہ رہ کے چونکتا ہوں اللہ خوش گمانی

محسوس ہو رہا ہے اُس نے مجھے پکارا

اغیار طنز کرتے اور میں خموش رہتا؟

اے دردِ عشق تیری خاطر سے سب گوارا

تاروں سے گفتگو کی پھولوں میں جستجو کی

بادِ صبا سے پوچھا صحرا میں جا پکارا

یہ طنز یہ ملامت کچھ بھی نہیں اگر وہ

کہہ دیں کہ تو نے میری خاطر کیا گوارا

شاید میں بیخودی میں کچھ کہہ اُٹھا تھا ہمدم

تو ہی ذرا بتا دے میں نے کسے پکارا

ریحانہ اُن کے در پر یہ سر جھکا ہوا ہے

اب اوج پر ہے میری تقدیر کا ستارا

اک بار سرے آگے آکر انوار کا حائل کر دینا

پھر عرش کا بھی میرے دل کو جب چاہو مقابل کر دینا

میں قیدیٔ الفت ہوں ناصح لا بوسہ دوں زنجیروں کو
بندہ گر اس دل کو بھی پابندِ سلاسل کر دینا

بے سمجھے بوجھے اُٹھا لینا بیتابیٔ اُلفت تھی لیکن
اے میرے قویٰ کمزور رہوں ہیں اس بار کے قابل کر دینا

رُخ پر ہیں ہزاروں پردے مگر غیرت کا تقاضا باقی ہے
اب میری نگاہِ شوق کو بھی پردوں ہی میں شامل کر دینا

اس دل پہ نظر کرکے ناصح! انصاف سے کہہ اعجاز نہیں؟
اک ذرّۂ راہ کو ٹھوکر سے تاروں کا مقابل کر دینا

قائم جو رہے ہمدم الفت کافی ہے یہی انعامِ وفا
ورنہ ہے کرم یہ بھی اُن کا دِل عشق کے قابل کر دینا

ہوں میں دوزخ میں رہ جانا جبتک نہ جلا دے یہ سب کچھ
یہ جان یہ دل صدقے تجھ پر اب سوز کو کامل کر دینا

غزلْ

مجہول کیفیت ہے وہ جانیں نام کیا ہے
مجذوب ہوں نہ سالک میرا مقام کیا ہے

تو سوچتا ہے جب تک جائز حرام کیا ہے
زاہد نہ ہوگی ظاہر تاثیرِ جام کیا ہے

شاید نیاز کہدے سجدے کا تجھ سے مطلب
حیرت سے پوچھ ہمدم میرا قیام کیا ہے

بخشی ہے بے نیازی دونوں جہاں سے مجھ کو
تاثیرِ مَے میں زاہد تجھ کو کلام کیا ہے

بادِ صبا کسی کے قدموں کو چوم لینا
اب اور کیا بتاؤں تجھ سے پیام کیا ہے

جنّت پہ مرنے والے دوزخ سے ڈرنے والے
لذّت ہے دید میں کیا سوزِ دوام کیا ہے
اے ذوق و شوق ہم کو گستاخ کر نہ دینا
اے بیخودی نہ بھولوں میں احترام کیا ہے
میں ننگ و نام کی کیا پروا کروں گا ناصح
جب یاد ہی نہیں ہے خود میرا نام کیا ہے
منزل ہے قیصریؔ کی دونوں کی حد سے باہر
دنیا و آخرت سے اب مجھ کو کام کیا ہے

غزل

مرجھا کے آرزوؤں کی کلیاں چلے گئے
ویران کر کے دل کا گلستاں چلے گئے

ہے زرد ماہتابِ درخشاں چلے گئے

تاروں کے دل بھی غم سے ہیں لرزاں چلے گئے

گلشن کی آرزوؤں پہ بھی اوس پڑ گئی

وہ چھین کر بہارِ گلستاں چلے گئے

یہ دیکھ کر کہ خشک ہیں آنکھوں میں اشک بھی

میرے سکوتِ غم سے پشیماں چلے گئے

ملتی نظر تو روک نہ لیتی نگاہِ یاس ؟

نظروں سے بچکے مجھ سے گریزاں چلے گئے

اے چشمِ نم یہ کیا کیا آنسو بکھیر کر

وہ میرے دردِ دل سے پریشاں چلے گئے

دیکھا کہ اک نظر ہی میں قصہ تمام تھا

قدرت پہ اپنی آپ ہی حیراں چلے گئے

وحشت نے فاش کر ہی دیا رازِ دردِ دل
کہتا ہے سب سے چاکِ گریباں چلے گئے

اب دل میں شوق ہے نہ تڑپ ہے نہ آرزو
وہ ساتھ لیکے ہر مرا ارماں چلے گئے

کچھ دیر دیکھ لیتے تماشائے اضطراب
کیوں اتنی جلد تم پہ میں قرباں، چلے گئے

مرجھا گئے ہیں پھول تو لالہ ہے داغ داغ
ریحانہ کہہ رہا ہے گلستاں چلے گئے

غزل

کیا کہیں کس طرح حُسن فتنہ گر دیکھا کئے ؛
چھن گئی تابِ نظارہ بھی مگر دیکھا کئے ؛

غیر کو وہ ہنس کے نظریں پھیر کر دیکھا کئے
ہم دعاؤں کا یہی اُلٹا اثر دیکھا کئے

شانِ یکتائی تری جس وقت تک دیکھی نہ تھی
ایک مدت جلوۂ شمس و قمر دیکھا کئے

اس پشیمانی پہ صدقے پھینک کر تیرِ ستم
"میرا دل دیکھا کئے میرا جگر دیکھا کئے"

ان کو پا کر ہی لیا دم آہ یہ ذوقِ طلب
حاملانِ عرش پروازِ بشر دیکھا کئے

جا رہے تھے وہ مگر فریاد کی طاقت کسے
دیر تک اُن کو یونہی دل تھام کر دیکھا کئے

سچ بتا ہمدم کہیں یہ میری خوش گمانی تو نہیں
میں نے جب نظریں جھکا لیں وہ ادھر دیکھا کئے

کٹ گئی یوں زندگی کی تیرہ و تاریک شب

ہم کسی کی راہ تا وقتِ سحر دیکھا کئے

آگئی غالب محبت رشک پر بھی قیصری

اُس نے دیکھا جس طرف ہم بھی ادھر دیکھا کئے

غزل

مجھے دعویٰ نہیں یہ حسن و زیبائی نہیں ہوتی

کسی میں بھی مگر یہ شانِ یکتائی نہیں ہوتی

تمنا ساتھ ہو جاتی ہے جب غیروں سے ہو فرصت

خدایا اب کہیں بھی مجھ کو تنہائی نہیں ہوتی

اجازت ہے تجھے ہر جا عبادت کی مگر زاہد

میں پابندِ محبت ہوں یہ ہرجائی نہیں ہوتی

عبادت خوف اور امید سے تکتی ہی جنت کو
محبت کی نظر محشر میں گھبرائی نہیں ہوتی

میں دشتِ بیخودی میں اسطرح گم ہو چکا ہمدم
کہ اب مجھ سے جنوں میں دشت پیمائی نہیں ہوتی

تمنا چھوڑ بھی دے سامنے وہ آستانہ ہے
ہر اک پتھر پہ اب مجھ سی جبہ سائی نہیں ہوتی

مقام آتا ہے اک آخر میں ریحانہ جہاں آکر
محبت وصلِ جاناں کی تمنائی نہیں ہوتی

دیوانگی میں قیس سے خلوت تو مل گئی
اب خوب اپنے دوست کو دیکھا کرینگے ہم

جامِ آتشیں

طوفِ حبیبِ صورتِ پروانا چاہیئے ٭
جب قرب ہو نصیب تو جل جانا چاہیئے

خلوت میں میری ذات کو اُٹھ جانا چاہیئے
اب درمیان میں کوئی پردا نا چاہیئے

قربان جان و دل کہ ہے خنجر بکف کوئی
واللہ اس خوشی میں تو مر جانا چاہیئے

وہ سامنے ہیں ہاں ذرا بڑھ کر جنونِ عشق ٭
خنجر کے لب پہ بوسۂ مستانا چاہیئے

ناصح یہ میکدہ ہے کوئی مدرسہ نہیں
یاں مصلحت کے ذکر سے شرمانا چاہیئے

ساقی نہ دے شراب کہ جینے سے تنگ ہوں

اب خون سے بھرا ہوا پیمانا چاہئے

مطرب کہیں نہ توڑ دوں یہ چنگ وعود میں

نغمہ نہ چھیڑ نعرۂ مستانا چاہئے

چھایا ہوا ہے رند پہ بھی محتسب کا خوف

اب مجھ کو میکدے سے نکل آنا چاہئے

پروانۂ جمال کا جذبہ بھی سرد ہے

غیرت کی آگ میں مجھے جل جانا چاہئے

آباد بزمِ عیش ہے ویران دشتِ عشق

اے دل تڑپ! کہ بزم کو تڑپانا چاہئے

حد سے گذر گئی ہے یہ ناصح کی قیل و قال

اب ان کو بے حجاب ہی آجانا چاہئے

یہ محوِ عیش پی نہ سکیں گے شرابِ تلخ ؛
چہرہ پہ حق کے پردۂ افسانا چاہیئے ؛
گم کردے بیخودیٔ محبت میں دو جہاں
اب دشتِ عشق میں وہی دیوانا چاہیئے
یہ بیش وپس تو زیب نہیں دیتی عشق میں ؛
ریحانہ اس میں جرأتِ رندانہ چاہیئے

السّلام یا حبیبی السّلام

میرے آقائے معظّم السّلام باعثِ تکوینِ عالم السّلام
بھیجتا ہے ربّ اکرم السّلام نوریوں کے لب پہ پیہم السّلام

السّلام یا حبیبی السّلام
السّلام و السّلام و السّلام

اے شہِ "لولاک" فخرِ مرسلیں تجھ پہ زیبا افسرِ "فتح مبیں"
شان تیری "رحمۃ اللعالمیں" رحمت و فضلِ مجسّم السّلام

السّلام یا حبیبی السّلام
السّلام و السّلام و السّلام

روزِ اوّل "اسجدو" کے حکم پر جھک گیا ہر پیکرِ نوری کا سر
نور سے تیرے منوّر تھا بشر ہو گیا مسجودِ آدم السّلام

السّلام یا حبیبی السّلام

السّلام و السّلام والسّلام

دیکھ کر معراج میں تیری جھلک عرش ساکن اور تھی حیراں ملک

تھا قدمبوسی پہ نازاں ہر فلک اے مرے نورِ مجسّم السّلام

السّلام یا حبیبی السّلام

السّلام و السّلام والسّلام

تھا شبِ معراج جو رازونیاز کھل نہیں سکتا کسی پر بھی وہ راز

بندہ تھا خلوت میں اور بندہ نواز رازِ سربستہ محرم السّلام

السّلام یا حبیبی السّلام

السّلام و السّلام والسّلام

تو جہاں میں اک چراغِ نور ہے محوِ حیرت ہے جہاں مسحور ہے

خُلق تیرا آجتک مشہور ہے وحشیوں کے سر ہوئے خم السّلام

السّلام یا حبیبیؐ السّلام

السّلام والسّلام والسّلام

ہے ترا مدّاح معبودِ کریم | ہے صفت تیری علیٰ خلقٍ عظیم
تیری اُمت باعثِ رشکِ کلیم | فخرِ ابراہیمؑ و آدمؑ السّلام

السّلام یا حبیبیؐ السّلام

السّلام والسّلام والسّلام

دشمنوں پر سایۂ رحمت رہا | ظلم پر بھی "اھدِ قومی" کی دعا
"ربِّ ھب لی اُمتی" جس نے کہا | روح و دل سے اس پہ پیہم السّلام

السّلام یا حبیبیؐ السّلام

السّلام والسّلام والسّلام

قیصرِیؔ دیدار سے محروم ہے | ہجر سے مایوس ہے مغموم ہے
حال جو کچھ ہے تجھے معلوم ہے | لب ہیں ساکت آنکھ ہے نم السّلام

السّلام یا حبیبیؑ السّلام

السّلام و السّلام و السّلام

غزل

سُن لیا ہے حشر میں وہ حُسن ہو گا بے حجاب
یوں زیارت کو اُتر آیا ہے نیچے آفتاب

محتسب آ جا کہ وا ہے میری میخانے کا باب
دیکھ وہ ساقی کی آنکھوں سے چھلکتی ہے شراب

مل چکا ہے اب مجھے ساری وفاؤں کا جواب
اُٹھ رہے ہیں رفتہ رفتہ اُن کے چہرے سے حجاب

آ کہ اس کمزور دل میں ہے کہاں فرقت کی تاب
اب جو چھیڑا نغمۂ غم ٹوٹ جائے گا رباب

میں نے جب تجھ کو دیکھا وہ انا الحق کہہ اُٹھا
یوں حریمِ ناز سے لوٹی نگاہِ کامیاب

اک ادا تھی جسکو خاموشی سے میں نے سہ لیا
مرنہ جاتا گر وہ کرتے بے نیازی یا عتاب

معرفت جن سے ہوئی شانِ رحیمی کی نصیب
سچ ہی کیا واعظ کہ ہو گا ان گناہوں پر عذاب؟

حسن سے پر نور دردِ عشق سے ہے داغدار
آئینہ ہے آپ کا یا میرا دل ہے ماہتاب؟

گو حریمِ ناز کے پردے کبھی اُٹھتے نہیں
میں نے دیکھا خلوتِ دل میں کسی کو بے حجاب

جب ہوا تو سامنے باقی کہاں "من" قیصری
قتل کر ڈالا "انا" کو جب ہوا "حق" بے حجاب

غزل

دل میں ہیں لیکن نہ میرے سامنے آئینگے آپ ؟
کیا مری چشمِ تصور سے بھی چھپ جائینگے آپ ؟

آپ نے ذوقِ کلیمی آہ بخشا تھا کسے ؟
کیا اُسی کو "لن ترانی" کہہ کے تڑپائیں گے آپ؟

اک نگاہِ ناز سے مجھ کو فنا کر دیجیے ؛
ورنہ جبتک آپ میں ہوں کس طرح آئینگے آپ ؟

جس امانت سے لرز اُٹھے فلک عرش و ملک
آہ مجھ کمزور سے وہ بار اُٹھوائیں گے آپ؟

آپ کی آمد کی بھی مجھ کو خبر ہوتی نہیں
بیخودی میں اس طرح گم چھوڑ کر جائیں گے آپ؟

جس سے لی تھی اُس کو ہی دونگا متاعِ زندگی
کیا فرشتے بھیج کر محفل میں بلوائیں گے آپ؟

ہم ہی رہ جائیں گے تنہا محو دیدارِ حبیبؐ
جبکہ جنّت کی طرف زاہد! چلے جائینگے آپ

اب ہٹا بھی لیجئے نظریں کہ دل بیتاب ہے
محفلِ اغیار میں کیا مجھ کو تڑپائیں گے آپ؟

خواہ دل ٹکڑے بھی ہو جاتا میں کرتا ضبطِ غم
جانتا گر اس طرح نالوں سے گھبرائیں گے آپ

بے نیازِ ماسوا ہوں "میں" کہاں "تو" بھی نہیں
دل کی اس معصوم تنہائی میں آجائیں گے آپ؟

ہے یہی بہتر نہ پوچھیں حالِ دردِ قیصری
ورنہ پھر خاموشیٔ غم سے بھی شرمائیں گے آپ

ہجر میں جینے کا کس کافر کو اب باقی ہے شوق

زندگانی بن گئی ہے اک گلو افشار طوق

دیکھ کر ان کی جھلک ڈالوں نگاہیں حور پر؟

معاف کیجئے حضرتِ زاہد! نہیں میں کور ذوق

سرو پر عاشق ہے اُس محبوب کے ہوتے ہوئے

پڑ گیا ہے گردنِ قمری میں یوں لعنت کا طوق

میں بھری محفل میں سر رکھ دوں نہ قدموں پر کہیں

ان کو برہم کر نہ دے یارب یہ بیتابئ شوق

اُٹھ مرے ساقی کہ اب فردوس میں چلکر پئیں

اس مئے جانسوز کا باقی نہیں دنیا میں ذوق

ہم جھکے رہتا نہ یوں غیروں کے آگے حکم پر
پڑ گیا انکار پر ابلیس کی گردن میں طوق

غزل

شبِ فراق میں دل کا سہارا ہے یہ خط
مری امید کا روشن ستارا ہے یہ خط
نظر پڑے نہ کہیں اس پہ غیر کی یا رب
چھپا ہی لوں اسے دل میں تمھارا ہے یہ خط
رہا فراق میں زندہ گناہ گار رہوں میں
تمھارے عفو و کرم کا اشارا ہے یہ خط
نہ دینگے ہم تجھے قاصد کہ ان کے نام ہے یہ
امینِ راز ہیں ہم اور ہمارا ہے یہ خط
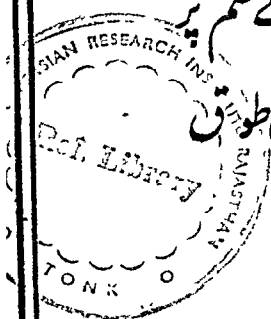
غمِ فراق کے بادل ہٹا کے آیا ہے

کہ چرخِ وصل کا ٹوٹا ستارا ہے یہ خط

اُبھر گیا ہے ذرا دل اسی سہارے سے

کہ بحرِ رنج و الم کا کنارا ہے یہ خط

نہ بھُول جائیں وہ ریحانؔہ جا کے غیروں میں

کسی کی زیست کا واحد سہارا ہے یہ خط

سما گیا کیوں محتسب کا خوف اب تک دل میں ہے

"تیرا دیوانہ ابھی تک ہوش کی منزل میں ہے"

ذوق کیوں اے دوست اب بھی خلوتِ محفل میں ہے

"تیرا دیوانہ ابھی تک ہوش کی منزل میں ہے"

تجھ پہ زیبا ہے سروری کا تاج — اے کہ تیرا ہے روح و دل پر راج

کیسی جنّت کہاں کا حسنِ حور — ہے تری دید عشق کی معراج

تنگیٔ دل میں کیا سماتے وہ — رکھ لی کوتاہ دامنی کی لاج

عشق داخل ہوا مرے دل میں — کر دیا شہرِ آرزو تاراج

سنگ باری نہ قیس پر ہوتی — دہر میں عشق کا جو ہوتا راج

ٹالنا "کل" پہ خوب آتا ہے — جانتے ہی نہیں وہ کہنا "آج"

ان کے قدموں پہ رکھ دیا ہے سر
قیصری مل گئی مجھے معراج

"درِ کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا" — وہ ایک سائل ہوں جسے مدعا نہیں ملتا

غزل

دِل ہے دردِ عاشقی سے داغ داغ
اب غمِ دُنیا سے حاصل ہے فراغ
جس سے روشن ہے فضائے لامکاں
دل ہے فانوسِ ازل کا وہ چراغ
پھر نمایاں ہوگئی تصویرِ حُسن ؎
روشنی دینے لگے دل کے چراغ
چُن لیا ہے اس کو تیرے درد نے
دل ہے اس اعزاز سے بھی باغ باغ
لو لگائی دل نے اُن کی یاد سے ؎
ہوگیا روشن یہ افسردہ چراغ

یہ دلِ وحشی سنبھل سکتا نہیں
دشت پیمائی کروں یا سیرِ باغ
ہوگیا ان پر اثر کچھ قیصری
آہ کا اب آسماں پر ہے داغ

غزل

ہے نذرِ دوست وہ دل جسمیں ہو وفا محفوظ
وہ سر کہ سجدۂ اغیار سے رہا محفوظ

الٰہی ان کو چھپا لوں میں اس طرح دل میں
نگاہِ غیر سے ہو جائے ہرا دا محفوظ

گذر گیا ہے اگر وہ سراپا ناز کہیں
تو رہ گذر نے کئے دل میں نقشِ پا محفوظ

جو کر کے بھول گئے تم ہماری قسمت سے
ہمارے دل میں وہی وعدہ رہ گیا محفوظ

تڑپ کے بر سرِ محفل نہ فاش کر اے دل
یہ رازِ عشق ہے غیروں سے رکھ ذرا محفوظ

ہے وجہِ رشکِ ملائک وہ اپنی رفعت میں
جو دل کہ دامِ تمنا سے رہ گیا محفوظ

کرم ہو عام تو ہو جائے قیصری لیکن
ہو کاش میرے لئے اُن کی ہر جفا محفوظ

دیوانگی میں قیس خلوت تو مل گئی
اب اپنے دوست کو دیکھا کرینگے ہم

غزل

سیکھ لے میرے صنم سے دلنوازی کا ڈھنگ

موم ہو جاتی ہیں واعظ اک نظر سے خشت و سنگ

یہ شراب صبغۃ اللّٰہی ہے زاہد پی کے دیکھ

ہے تری جنت کے پھولوں سے زیادہ شوخ رنگ

ایک ذرّہ نے لیا خورشید کو آغوش میں

پیکر نوری ہیں ابتک جرأتِ خاکی سے دنگ

مجھ کو کافر کہہ رہا ہے شیخ کیوں اس فرق پر

اُس کے آگے آرزوئیں اور مرے آگے ہیں سنگ

رند محو دید ہیں اور چشمِ ساقی مے فروش

ہے زمانے سے نرالا اپنی مے نوشی کا ڈھنگ

نقشِ اُلفت مٹ نہیں سکتا مصائب سے کبھی
دھوپ سے اڑتا نہیں ہمدم کہ یہ پختہ ہے رنگ

پاؤں میں لغزش نہ ہو گی مُحتسب پی کر جامِ عشق
میکشوں کے واسطے ہے بادہ ہستی وجہِ ننگ

غزل

پہلو سے دل گریزاں تو دل سے قرار ہے
فریاد اب بھی خاطرِ نازک پہ بار ہے

تم سے نہ گر کہوں جو مرا حالِ زار ہے
کیا غیر کو بتاؤں کہ دل بے قرار ہے

نادان دل کو آج بھی یہ اعتبار ہے
مجھ پر بشکلِ جور و ستم لطفِ یار ہے

محسوس ہو رہا ہے کسی کے بغیر یوں
گویا چمن میں آ کے پشیماں بہار ہے

ان کی زباں پہ آج بھی ہیں لن ترانیاں
دل کا وہی تقاضا ہے اور بار بار ہے

ھَلْ مِن مَّزِیْد ان کی جفا پر نہیں کیا
دل دعوئ وفا سے بہت شرمسار ہے

محفل میں دورِ جام ہے غیروں کے سامنے
خلوت میں میں ہوں اور غمِ انتظار ہے

شکوہ ہو کیوں کہ کر نہ سکا تجھ کو ملتفت
اپنے ہی دل پہ اب مرا کیا اختیار ہے

اب سامنے وہ آئیں تو کر دوں نثارِ حسن
واللہ راہِ عشق میں یہ ہوش بار ہے

ریحانہ میرے واسطے کافی ہے یہ شرف

اس در کے سائلوں میں مرا بھی شمار ہے

غزل

ہوا نہ ذوق عبادت حرم میں جب محدود

تمھارے عشق کو ہم نے بنا لیا معبود

الٰہی خیر ہو میرے نیاز الفت کی

کہ بے نیاز ہے سجدوں سے بھی مرا مسجود

تمھارے اک خم ابرو سے مٹ گیا یکسر

ہوا تھا "کن" سے جو اک شہر آرزو موجود

دل بشر کی فرشتوں کو بھی تمنا ہے

ہے عشق حضرت ناصح! وہ جذبۂ محمود

کسی کا حسن ہؤا طالبِ دلِ عاشق ٭

اُٹھا حجاب عدم اور میں ہوا موجود

کسی کو دیکھ کے کر دوں نثار جانِ عزیز

نہ جانے کب ہے مقدر میں ساعتِ مسعود

عطا ہو مجھ کو وہ ریحانؔہ سجدۂ الفت

پڑھوں نماز تو آ جائے سامنے مسجود ٭

٭

قاصدِ دوست (قطعہ)

او راز کوثرِ بہشت نذر کنیم جامِ ما

گر بچکد مئے وصال از خُمِ او بکامِ ما

ایں دل و جاں فدائے او ور مژدۂ گر بما دہد

نامۂ یار آورد قاصدِ خوشخرامِ ما

نذرِ محبت

بحضور صدیقؓ رسولؐ العالمین

ہے سرِ دفترِ وفا میں تیرا نام — ہو گئی صدیقیت تجھ پر تمام

بے نیازِ غیب و حاضر تھا یقیں — تو ہے صدیقؓ رسولؐ العالمیں

سُن کے ہر اک بات صدقت کہا — شک سے تھا تیرا یقیں نا آشنا

تو رسولِؐ حق کا دنیا میں وزیر — شمس وہؐ ہیں اور تو بدرِ منیر

نور سے اُنؐ کے منور تیرا دل — رشکِ ماہ و مہر و اختر تیرا دل

دل ترا نورِ محبت کا چراغ — عرش تک پہنچی تھی جسکی بوئے داغ

اے کہ ہے نارِ جہنم سے عتیق — تو رہا ہجرت میں سرور کا رفیق

دوش پر بارِ نبوت لے لیا — نام یوں اُلفت کا اونچا کر دیا

عشق میں تو بے نیازِ جاں رہا — تو عریشِ بدر کا درباں رہا

نذرِ اُلفت کر دیا سب مال و زر
گھس پڑا تو دشمنوں میں بے خطر

خلعتِ خلت عطا تجھ کو ہوئی
سوزشِ اُلفت عطا تجھکو ہوئی

محرمِ رازِ نبوّت تو ہوا
حاملِ بارِ خلافت تو ہوا

رحم تیرا رحمتِ حق کا جمال
تھا غضب اللہ کا تیرا جلال

مومنوں پر رحم و رافت آشکار
کافروں پر ہر نظر تھی ذوالفقار

حلم پر رنگِ غضب گر چھا گیا
سخت کوئی لفظ لب پر آگیا

آہ یہ اخلاق اور یہ مرحمت
سر جھکا کر تُونے کر لی معذرت

روضۂ اقدس میں تو ہی ہمنشیں
تو ہے وجہِ رشکِ جبریلِ امیں

اے رفیقِ سرورِ عالم سلام
رحمتیں حق کی رہیں تجھ پر مدام

تجھ سے راضی ہو خداوندِ جلیل
اے کہ تو محبوبِ حق کا ہے خلیل

اے خدا اس سوختہ جاں کی قسم
تجھکو اس کے دردِ پنہاں کی قسم

میرے رب! صدیق اکبر کے لئے
اے خدا! ساقیٔ کوثر کے لئے

تیری رحمت سے تو صدق و صفا
حال بدلے اُمّت مرحوم کا

پھر عطا ہو جائے ایمان و یقیں
ہم ہیں یوں محتاج یہ دولت نہیں

آہ اب ہم رحمتوں سے دور ہیں
صدق سے خالی ہیں دل بے نور ہیں

اب ہمارے قالبوں میں جاں نہیں
آتش الفت سے دل سوزاں نہیں

گر عطا ہو جائے وہ صدق و یقیں
دو جہاں ہو جائیں پھر زیر نگیں

ہم کو ملجائے وہی سوز و گداز
دل کے دروازے تری جانب ہوں باز!

قیصری ہو اور انوار حبیب
دولت دیدار ہو اس کو نصیب
وہ جھکے تو تیرے ہی آگے جھکے
جھک کے در پر اب نہ یارب سر اُٹھے

ہوتا ہے نظر مجھ کو کہ نہ ہو جلوے کی تمنا کرنے دو
پھر جو چاہو تم وہ کہنا اک بار تقاضا کرنے دو

مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں الفت کو نہ رسوا کرنے دو
ہے راز تمھارا ہی آخر للہ نہ افشا کرنے دو

دیدار اگر ہونا ہے وہیں جب ہمکو یہاں یہ تاب نہیں
تم شورِ فغاں سے ہم کو ہی اب محشر برپا کرنے دو

آخر کو چلے ہی آئیں گے وہ ہم سے بھلی کہلانے کو
دیکھینگے وہ چھپتے ہیں کبتک کچھ دیر یہ پردا کرنے دو

وہ حسن ہے ظاہر ہر شے سے میں اسکی تجلی میں گم ہوں
اب دیر و حرم کی قید نہیں ہر در پر سجدا کرنے دو

یہ آخر کیسا پردہ ہے مشتاق سے کب تک زیبا ہے
کب تک میں تکوں دیوار و حرم اب سامنے سجدہ کرنے دو

دیدار کے قابل دل نہ سہی کیوں پردہ کیا تم نے ہم سے
بیتابیٔ الفت کی خاطر یہ شکوہ بیجا کرنے دو

کیوں ہاتھ کو زحمت دیتے ہو وہ خود رکھدیگا تیغ پہ سر
للہ شہیدِ الفت کو یہ شوق تو پورا کرنے دو

رنجیدہ نہ بہت کمزور ہوں میں اے کاش کوئی کہہ دیتا
جی بھر کے ستم پھر کر لینا کچھ تاب تو پیدا کرنے دو

کاش تم پر بھی کچھ اثر ہوتا
عرش تو ہل گیا دعاؤں سے

غزل

وہ بے نیازِ دل میں مرے جلوہ گر ہے آج
میرے ہی گرد گردشِ مہر و قمر ہے آج

ہمدم ذرا رسائیٔ تقدیر دیکھنا!
میرا سرِ نیاز ہے اور اُن کا در ہے آج

وہ اور پائے ناز پہ جھکنے دیں میرا سر؟
تقدیر کا ستارا مگر اوج پر ہے آج

جھک جھک کے چومتی ہے نظر پائے یار کو
یوں عرش تک خیال کا میرے گذر ہے آج

وہ حسن بے حجاب ہے نظروں کے سامنے
سرِ میخانہ ہمکنار دعا سے اثر ہے آج!

نعت شریف

زباں پر جب کبھی صلِّ علیٰ حضرتؐ کا نام آیا
ہمارے پاس خود عرشِ معلّٰی سے سلام آیا

احد نے میم کو بڑھ کر لیا آغوشِ اُلفت میں
شبِ معراج جب قربِ خصوصی کا مقام آیا

کلیم اللہ اور اللہ میں حائل تجلّی تھی
مگر بے واسطہ میرے پیمبرؐ کو پیام آیا

شبِ اسریٰ فرشتوں نے بچھا دیں راہ میں پلکیں
فلک نے جھک کے چومے پاؤں جب وہؐ خوش خرام آیا

سیاہی چھپ گئی محشر میں میرے جرم و عصیاں کی
وہاں کی بیکسی میں اُنؐ کا دامن میرے کام آیا

انھیں پر ختم کر دیں نعمتیں وہاب مالک نے
انھیں کے واسطے سے آخری رب کا پیام آیا
نہ جانے ان کے دامن تک رسائی کب ہو بیتابؔ
مرا نالہ گیا اور عرش اعظم کو بھی تھام آیا

غزل

اگر ماسوا سے نگاہیں ہٹا لے
تو یہ دل انھیں اپنے اندر سما لے
مجھے دامنِ بیخودی میں چھپا لے
کہ فریاد کرتے ہیں اب دل کے چھالے
مرے دل کو اس طرح در پر جھکا لے
کہ وہ ہاتھ دونوں جہاں سے اٹھا لے

سنبھلتا نہیں ہے یہ دل اب سنبھالے
خدارا بس اک بار نظریں اُٹھالے

ہم آغوش ہیں آج اَلحمدُ لِلّٰہ
تری راہ کے خار اور دل کے چھالے

ہماری وفا میں کوئی فرق آئے
ہمیں اس سے پہلے جہاں سے اُٹھالے

رقیبوں کو دیدی جگہ تیری خاطر
چلے آئے محفل سے دل کو سنبھالے

کہیں ہو کے مخمور کچھ کہہ نہ دوں میں
مرے دل سے یہ مست نظریں ہٹالے

پڑیں پھر نہ غیروں کی ان پر نگاہیں
اُنھیں قیصری اپنے دل میں چھپالے

غزل

کریں ہم کو مدہوش یا وہ جلائیں
مگر ہم تقاضے سے کیوں باز آئیں؟
کہاں اتنی جرأت کہ پردہ اُٹھائیں
نہ یہ حوصلہ ہے کہ دل میں چھپائیں
خدا جانے وہ ترس کھائیں نہ کھائیں
انھیں تک رہی ہیں ہماری دعائیں
خموشی سے بھی حالِ غم کہہ سنائیں
مگر ان کو کس دل سے غمگیں بنائیں؟
قسم صدقِ دل کی کہ وہ جلوہ گر ہوں
اگر بُت کے آگے بھی ہم سر جھکائیں

نہ سمجھائیں ناصح کہ وہ سامنے ہیں
بس اب خیر اپنے ہی دل کی منائیں
عبادت سے افضل ہیں واللہ زاہد!
محبّت کی معصوم سی یہ خطائیں!
ترے حسن کا ہے تقاضا نمائش
بتا کس طرح تجھ کو دل میں چھپائیں؟
ازل ہی کے دن سے ہیں مربوط باہم
تری بے نیازی، مری التجائیں
تمھاری نگاہِ کرم کی قسم ہے!
کہیں نیکیوں سے نہ بدلوں خطائیں
ذرا مَے سے دھو ڈال دل کی سیاہی
کہ وہ محتسب! چھاگئی ہیں گھٹائیں!

مرے بعد کس پر ستم کر سکیں گے
دل و جاں تصدق، وہ کر لیں جفائیں
اگر قیصری چھوڑ دیں ہم تقاضا
تو وہ لن ترانی سے کس کو جلائیں

علاجِ دردِ دل (قطعہ)

چارہ گر ناداں ہے ورنہ دردِ دل کا کیا علاج
ہو نہیں سکتا دواؤں سے کبھی میرا علاج
ناز تھا مجھ کو کہ آئے گا دمِ آخر کوئی
بے نیازی نے کیا اس نازِ بیجا کا علاج
وہ جِلا لے گا مجھے بس اک نظر سے قیصری
معجزہ ہو جائے گا میرے مسیحا کا علاج

غزل

جو چھوڑا ماسوا کا ذکر لب پر اُن کا نام آیا
نہ دیکھا غیر کو پردے اُٹھے دل تک پیام آیا

نیازِ عشق تھا یا بیخودی حیرت کی طاری تھی
نہ آئی طرزِ سجدہ اور نہ اندازِ قیام آیا

خدایا مٹ گیا ہے بیخودی میں دردِ اُلفت بھی
نہ "من" باقی نہ "تو" موجود یہ کیسا مقام آیا

نہ کانوں کو ملی آہٹ نہ آنکھوں نے اسے دیکھا
عجب انداز سے دل میں وہ میرا خوشخرام آیا

کہاں اظہارِ حالِ دل کہاں خاموشیٔ اُلفت
لرز کر رہ گئے لب جب زباں تک اُن کا نام آیا

شرابِ عیش جب محفل میں دی غیروں کو ساقی نے

ہمارے واسطے خونابۂ اُلفت کا جام آیا

ملا جنت میں جا کر جب سکوں زاہد کو بیگانہ

وہاں بھی میرے حصہ میں یہی سوزِ دوام آیا

—— ❖ ——

—— ❖ ——

اس نے وعدہ کیا تو ہے لیکن "آج" اے کاش "کل" نہ ہو جائے

میرے حبیب تجھ پہ صلوٰۃ وسلام ہو
پیہم ہو جان و دل سے الٰہی مدام ہو

قربان ایسے دل پہ جو شیدا ہو آپ کا
صدقے میں اس پہ جسکی زباں پر وہ نام ہو

مجھ کو غرض ہی کیا ہی بہشت و ثواب سے
محشر میں میرے سامنے وہ خوشخرام ہو

آئے نہ کیوں اتر کے بھلا آفتابِ حشر
جب بے حجاب وہ مرا ماہِ تمام ہو

غیروں کو ساقیا ہو عطا جب مئے طہور
تیری نگاہِ مست سے پر میرا جام ہو

فرصت ملے نہ مجھ کو کبھی اُن کی یاد سے
اللہ میری عمر اسی میں تمام ہو

صیاد کی وفا سے رہائی نہ ہو نصیب
آزاد اب کبھی نہ یہ پابندِ دام ہو

جانِ عزیز جب کروں مولا کو میں سپرد
دل میں ہو ان کی یاد زباں پر وہ نام ہو

آجائے مجھ پہ رشک کلیمِ خدا کو بھی
محبوبِ رب جو خواب میں بھی ہمکلام ہو

خالی ہیں تیرے نورِ محبت سے دل حبیب
رُخ سے اُلٹ نقاب کہ اب فیض عام ہو

صدقے میں ان کے جن کو میسر ہی تیری دید
یہ بیکس و غریب بھی اب شاد کام ہو

تیرا جمال وہ ہے کہ ناصح بھی کھو دے عقل
وہ حُسنِ خلق جس سے کہ وحشی بھی رام ہو

جس کو فنا کے بعد ملی ہو حیاتِ عشق
ریحانہ اس پہ موت نہ کیونکر حرام ہو

دیارِ حبیب کے آنیوالے سے

وہاں سے آ رہے ہو تم جو وادیٔ اور ملجا ہے
جہاں کے پاک نظارے کو میرا دل ترستا ہے
میں ان قدموں پہ صدقے جن سے چلکر تم وہاں پہنچے
میں ان آنکھوں پہ قرباں جن سے تم نے ان کو دیکھا ہے!
پیامِ خاص کا طالب نہیں لیکن یہی کہہ دو
ادائے بے نیازی ہی سے میرا حال پوچھا ہے

ذرا نزدیک آ کر اپنی آنکھیں دیکھ لینے دو
وہ جلوہ گر ہیں ان میں یا مری نظروں کا دھوکا ہے؟
کبھی مس ہو گئے ہوں گے تمھارے ہاتھ قدموں سے
ذرا اس دل پہ رکھ دینا کہ یہ فرقت میں تڑپا ہے
تمھارے پاؤں میں اب تک لگی ہے گرد اس در کی
لگانے دو اسے آنکھوں میں، ان سے خون برسا ہے
وہاں کے خار کچھ الجھے ہوئے اب تک ہیں دامن میں
اگر آنکھوں میں رکھ لے قیصری انکو تو زیبا ہے

میں کمزور اور مجھ سے یہ بے نیازی
نہ جانے وہ کیا دیکھنا چاہتے ہیں

سلام عشق (حُسن کامل کے حضور میں)

مالکِ کوثر سلام شافعِ محشر سلام
خلق کے رہبر سلام مظہرِ انور سلام
رحمتِ داور سلام اے مرے سرور سلام
تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

غیر ہیں لات و منات چاہیئے بس ایک ذات
مُردہ دلوں کی حیات تو ہے مری کائنات
اے میری دلبر سلام اے مرے سرور سلام
تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

مظہرِ کامل ہے تو عشق کا حاصل ہے تو
لیلیٰ محمل ہے تو ہاں مری منزل ہے تو

مظہرِ انور سلام ... اے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

میرے ہزاروں گناہ ... اور تری ایک نگاہ

دامنِ عالم پناہ ... اور یہ روئے سیاہ

شافعِ محشر سلام ... اے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

آہ یہ کبتک حجاب ... اب نہیں اس دلکو تاب

آج اُلٹ دے نقاب ... ہو وہ تصور کہ خواب

مہرِ منور سلام ... اے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

تجھ پہ دل و جاں نثار ... پھر ہو نظر ایک بار

لیل سے ہوں بیقرار ... اب ہو ضحیٰ آشکار

چارۂ مضطر سلام   اے مرے سرورؐ سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

آہ وہ تیری نظر   پھنک گئے قلب و جگر

ہے یہ تمنا مگر ٭   پھر ہو توجہ ادھر

حسنِ ستمگر سلام   اے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

میرا خدا ہے کریم   تو ہے رؤف الرّحیم

تیری بہشتِ نعیم   مجھ سے ہی ترساں جحیم

میرے پیمبرؐ سلام   اے مرے سرورؐ سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

حال تھا میرا تباہ   ہو گئے حائل گناہ

پڑ گئی تیری نگاہ ٭   سوجھ گئی مجھ کو راہ

ہادیٔ رہبر سلام اے مرے سرورؐ سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

آہ میں جاؤں کہاں آپؐ کو پاؤں کہاں

حال سناؤں کہاں داغ دکھاؤں کہاں

راحتِ مضطر سلام اے مرے سرورؐ سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

دل ہو میرا درد ہو لب پہ دمِ سرد ہو

میرا رُخ زرد ہو در کے تری گرد ہو

اقدس اطہر سلام اے مرے سرورؐ سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

شاہد و مشہود ہو حامد و محمود ہو

جلوۂ معبود ہو ہاں میرے مقصود ہو

حسن کے مظہر سلام ہاں مرے سرور سلام
تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

تجھ کو گوارا تھا کب قیصری ہو تشنہ لب
دیر ہے کیوں بے سبب صبر نہیں ہوتا اب
ساقیٔ کوثر سلام اے مرے سرور سلام
تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

اللہ سا نصیب کسے آئے آپ کو
ایجاد نے سامنے پیش کیا آپ کو
ایسا نہ ہو کہ دیکھ کے آجائے شرم کچھ
حال تباہ کا نہ دکھایا آپ کو

قلبِ مضطر کی پکار

الٰہی تیرے در پر ایک حسرت لے کر آئے ہیں
ترے دربار میں امیدِ رحمت لے کر آئے ہیں
بہت مفلس ہیں لیکن ایک دولت لے کر آئے ہیں
دلِ مجروح میں دردِ محبت لے کے آئے ہیں

میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے
نہایت مضطرب ہیں اب سکونِ دل عطا کر دے

خداوندا! ترے محبوبؐ کی رحمت کے صدقے میں
جنابِ عائشہ رضؓ کی عفت و عصمت کے صدقے میں
حضورِ فاطمہ رضؓ شہزادیٔ جنت کے صدقے میں
تری ہی رحمتِ بے پایاں کی وسعت کے صدقے میں

میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے

نہایت مضطرب ہیں اب سکونِ دل عطا کر دے

الٰہی حالِ دل اشکوں سے بھی ہم کہہ نہیں سکتے

ہوئے ہیں سوزِ غم خشک آنسو بہہ نہیں سکتے

بہت مضطر ہے دل، خاموش بھی اب رہ نہیں سکتے

بہت کمزور ہیں یارب یہ غم ہم سہہ نہیں سکتے

میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے

نہایت مضطرب ہیں اب سکونِ دل عطا کر دے

مرے مالک جمالِ ساقیٔ کوثر صلعم کے صدقے میں

ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ، عثمان رضؓ اور حیدر رضؓ کے صدقے میں

خداوندا! شہیدِ کربلا رضؓ کے سر کے صدقے میں

الٰہی تشنگیٔ حضرتِ اصغر رضؓ کے صدقے میں

میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے
کرم تشنہ لبی پر اب سکونِ دل عطا کر دے

الٰہی آسیہؓ۔ مریمؓ۔ زلیخاؒ کی قسم تجھ کو
جویریہؓ کی۔ میمونہؓ کی۔ حفصہؓ کی قسم تجھ کو
رقیہؓ۔ اُمّ کلثومؓ اور زہراؓ کی قسم تجھ کو
وفائے طاہرہؓ۔ عشقِ حمیراءؓ کی قسم تجھ کو
میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے
قسم شانِ عطا کی اب سکونِ دل عطا کر دے

الٰہی حضرتِ یعقوبؑ کی سن لی دُعا تو نے
خدایا حضرتِ آدمؑ کی بخشی تھی خطا تو نے
دیا تھا صبر پھر ایوبؑ کو دیدی شفا تو نے
کلیم اللہؑ کو بھی ماں سے جب ملوا دیا تو نے

میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے
ہے تو قادر کہ اب ہم کو سکونِ دل عطا کر دے

الٰہی کوئی حد بھی ہے ترے الطاف و رحمت کی
کہ جب فرعون نے مانگی عذابوں سے اماں دیدی
ترے محبوبؐ نے غیروں کی خاطر بھی دعا مانگی
گناہوں کی وجہ سے کیوں رہیں محروم پھر ہم ہی
میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے
تیری رحمت کے صدقے میں اب سکونِ دل عطا کر دے

سنائیں دردِ دل کا جا کے یارب کس کو افسانہ
ہمارے صبر کا مولیٰ چھلک جائے نہ پیمانہ
تری رحمت کا منہ تکتی ہے اب مجبوری آیمانہ
رہے موجود ساقی اور رہو آباد میخانہ

میاں کو اب شفائے عاجل و کامل عطا کر دے
طفیلِ ساقیٔ کوثر سکونِ دل عطا کر دے

میری طرف دیکھ

اے شاہِ عرب شاہِ عجم میری طرف دیکھ
تجھ سے ہوا موجود عدم میری طرف دیکھ
اے چارہ گرِ درد و الم میری طرف دیکھ
بن جائے مسرت مرا غم میری طرف دیکھ
اے صاحبِ الطاف و نعم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسل شاہِ اُمم میری طرف دیکھ

اے باعثِ تکمیلِ پسندیدہ خصائل
ہے منتظرِ رحم ترے در کا یہ سائل

کیوں دل کی طرف آج توجہ نہیں مائل
مٹ جائے مری ذات ہو گر بیچ میں حائل

اے چارۂ بیمارئِ غم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسلؐ شاہِ اممؐ میری طرف دیکھ

اے باعثِ تکوینِ جہاں، اے شہِ لولاکؐ
خالق نے ترے واسطے پیدا کیے افلاک
ملتی نہیں سجدوں کو مرے، در کی تری خاک
محروم ہے کس طرح ترا بندۂ ناپاک

ہے عام ترا فیض و کرم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسلؐ شاہِ اممؐ میری طرف دیکھ

یثرب سے بہت میرا وطن دور ہے مالکؐ
بیکس ترا لاچار ہے مجبور ہے مالکؐ

دل بارِ غمِ ہجر سے اب چور ہے مالک
کیا بیکسیٔ دل تجھے منظور ہے مالک
تجھ کو تری رحمت کی قسم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسلؐ شاہِ امَمؐ میری طرف دیکھ

غیروں کو نواز اگیا محفل میں بلا کر
یاں دل میں بھی دیکھا جو کبھی سر کو جھکا کر
آیا ہے کوئی چہرۂ زیبا کو چھپا کر
ہاں خلوتِ دل ہی میں کبھی پردہ اُٹھا کر
اک بار بہ اندازِ کرم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسلؐ شاہِ امَمؐ میری طرف دیکھ

کیا مجھ سے تصوّر میں بھی پردہ ہی رہیگا؟
آنکھوں سے مری خونِ جگر یونہی بہیگا؟

میرا دلِ مجبور یہ غم کس سے کہیگا
کمزور ہے کب تک یہ غمِ ہجر سہیگا
سرِ لیجانہ پہ کبتک یہ ستم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسل شاہِ اُمم میری طرف دیکھ

ناصح یہ محبت بھی کرم ہے کہ نہیں ہے
سرمایۂ دل رنج و الم ہے کہ نہیں ہے
ہے تجھ سے محبت، یہی کافی ہے تسلی
یکساں ہے مجھے پرسشِ غم ہے کہ نہیں ہے

موجود ہوں میں کیا ہے تامّل مرے قاتل
ترکش میں کوئی تیرِ ستم ہے کہ نہیں ہے

انوارِ صفت واں، تو یہاں ذات کے جلوے
اے شیخ یہ دل رشکِ حرم ہے کہ نہیں ہے

سب چھین لیا بیخودیٔ عشق نے آخر
یہ ہوش کسے درد و الم ہے کہ نہیں ہے

ہمدرد مرے دل پہ ہیں دزدیدہ نگاہیں
کیا تجھ کو خبر پرسشِ غم ہے کہ نہیں ہے

ہر چند میسر ہے تصوّر میں نظارہ

لیکن یہ مرے واسطے کم ہے کہ نہیں ہے

اے شیخ میں کافر ہوں ملے آتشِ الفت
کیا مجھ کو خبر باغِ ارم ہے کہ نہیں ہے

اقرار لیا عشق کا پھر چھپ گئے مجھ سے
ریحانۂ بیکس پہ ستم ہے کہ نہیں ہے

غزل

گم ہوا جب سے وہ مرا مقصود ؁
میں بھی ہوتا نہیں کہیں موجود ؁
جس نے دیکھا اسی کو دیکھا ہے ؁
مٹ گیا عبد رہ گیا معبود ؁
ماسوا پر نظر نہیں پڑتی ؁ ؁
ہے غم ہجرِ دوست بھی مسعود
ہے وہ نسبت جو مٹ نہیں سکتی
ہل میں مردود تو ترا مردود ؁

غیریت ہی کے ساتھ غیرت تھی ؂
ایک وہ ہے کوئی نہیں موجود ؂
شوق سے میں نے بُت کو جب دیکھا
ہوگیا سامنے مرا مسجود ؂
ہے رگ و پے میں جاری و ساری
درد دل تک نہیں رہا محدود ؂
میں وہ محروم ہوں کہ جائے وصل
نامرادی ہے اب مرا مقصود ؂
کوئی قیصر کے دل کو کیا سمجھے
گاہ شاہد ہے گاہ خود مشہود

(سنہ ۱۹۵۲ عیسوی)

سلام بحضورِ حسنؑ تمام

بیا ہمچو مہ دل دو پارا کنم
کہ شق القمر را دوبارا کنم
چرا ماسوا را گوارا کنم
کہ گم گشتہ از خود نظارا کنم

حبیبؑ المکرم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلام سلامٌ علیک

بکش از رُخِ روشنِ خود نقاب
کہ کافیست بر تو نگاہم حجاب
کشیدم بسے در فراقت عذاب
نہ در دل قرار و نہ در روح تاب

حبیبُ المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلامٌ سلامٌ علیک

بیا در دلم دلستانم توئی
بیا اے کہ شاہِ جہانم توئی
نہ بیند نظر جانِ جانم توئی
خموشم کہ رازِ نہانم توئی

حبیبُ المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلامٌ سلامٌ علیک

بیا منبعِ خیر و نور و سرور
بیا جلوۂ مخفیٔ کوہِ طور
بیا تا شود ظلمتِ نفس دور
بیا تا شود غیب قرب و حضور

حبیبُ المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلامٌ سلامٌ علیک

بیا چارۂ دردہائے نہاں
بیا بر تو قربان ایں قلبُ جاں
بیا باعثِ خلق کون و مکاں
بیا تا منوّر شود دو جہاں

حبیبُ المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلامٌ سلامٌ علیک

دوئی می کند حالتِ دل عجیب
چوں بیدار شد بعدِ خفتن نصیب
ندیدم کہ شد ہر دو چشمم رقیب
بیا تا من و تو نماند حبیبُ

حبیبِ المکرم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلامٌ سلامٌ علیک

نگفتم زلبہائے خود حالِ زار
ولے گریۂ خوں کند آشکار
دلم گشت از داغہا لالہ زار
بیا ساقیا جانِ قیصر نثار
حبیبِ المکرم سلامٌ علیک
صلوٰۃٌ سلامٌ سلامٌ علیک

٭ تمت بالخیر ٭

کاتب : سید ضیاء الدین خوشنویس۔ کوتوالی روڈ۔ بھوپال
(نومبر سنہ ۱۹۵۲ء)

ملنے کا پتۂ ثانی

عارضی منزل

قلعہ کہنہ، بھوپال

باہتمام اختر حسین صدیقی منیجر، علوی برقی پریس بھوپال میں طبع ہوا۔